

یہ ہیں

کارنامے رسولِ خدا
ﷺ کے



راجہ محمد عبداللہ نیاز

دارالتذکرہ

یہ ہیں
کارنامے رسولِ خدا کے
(نعتیہ تزیین بند)

راجہ محمد عبد اللہ نیاز



احمد علی

جملہ حقوق بحق مرتب محفوظ ہیں

ضابطہ

۲۹۷۶۹۹۱۱
ن ۹۲
۳۸۸۱۲

جون ۱۹۶۷ء

اشاعت اول

۱۹۹۸ء

اشاعت ثانی

راجہ محمد عبداللہ نیاز

شاعر

پروفیسر جعفر بلوچ

مرتب

الاشراق کمپوزنگ سنٹر، گنپت روڈ، لاہور

کمپوزنگ

۴۰ روپے

قیمت

عمیر احسن

ناشر

اے این اے پرنٹرز

طابع

دارالتذکیر

رحمن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ

اردو بازار، لاہور 54000

فون : 7231119

برگ سبز

ارباب قلم کا دستور ہے کہ کتابیں لکھ کر بڑے لوگوں کے نام سے منسوب کر دیتے ہیں۔ اس چھوٹی سی کتاب میں دنیا کے سب سے بڑے انسان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر جمیل ہے۔ اس لیے یہ پیش کش عقیدت و ارادت کہ درویش کا برگ سبز ہے، بارگاہ عالم

قدوس میں نہایت ادب سے بھیجتا ہوں ع
گر قبول اقتدز ہے عز و شرف

غلاماں غلام حضور شہنشاہ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد عبداللہ نیاز

صلہ کی درخواست

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں

تو جہاندار مشرق و مغرب

تو شہنشاہ آسمانوں کا

حق نے تجھ کو امیں بنایا ہے

عرش اور فرش کے خزانوں کا

کون ہوگا اگر نہ ہوگا تو

دستگیر اپنے مدح خوانوں کا

دو جہانوں کا تاجدار ہے تو

میں صلہ لوں گا دو جہانوں کا



فہرست

۷	توحید کا اولین عالمگیر تصور	۱
۱۰	عرب میں ربط ملت کا پہلا درس	۲
۱۳	مجاہد اسلام کی شمشیر خارا اشکاف	۳
۱۵	علم و حکمت کی تجلیوں کا عالم افروز سرچشمہ	۴
۱۸	علمائے اسلام کی جلالت قدر	۵
۲۰	مساوات انسانی کا واحد مبلغ	۶
۲۲	پیکر حسنات بو قلموں	۷
۲۴	غریبوں اور ضعیفوں کے سیہ خانہ میں انقلاب کا نور	۸
۲۷	خداوند جلیل کا آخری صحیفہ	۹
۲۹	نماز	۱۰
۳۲	ایک نئے جہان کی تعمیر	۱۱
۳۵	حضور خواجہ دو جہاں کی ذرہ نوا زیاں	۱۲
۳۷	اعدائے سرکش حضور رسالت ماب میں	۱۳
۴۰	مغرب کے ارباب قلم کا خراج عقیدت	۱۴
۴۲	ہمارا حسین و جمیل آقا	۱۵
۴۴	غزوہ بدر کی داستان کا ایک صفحہ	۱۶
۴۶	مجاہدین اسلام کی بلند ہمتی	۱۷
۴۸	شہنشاہ کونین کی جہاں بخشی	۱۸
۵۰	خلافت راشدہ کے دور کی ایک جھلک	۱۹
۵۲	شہنشاہی میں فقیری	۲۰

۵۴	حضرت عمر بن عبدالعزیز کی آخری قمیص	۲۱
۵۶	ایک صحابی حضرت ابووردیہؓ کا ایثار	۲۲
۵۹	پرستار ان رب کعبہ کی حق پرستی	۲۳
۶۲	فرمانروایان اسلام کی عدیم النظیر عمارتیں	۲۴
۶۴	اسلام کا مستقبل	۲۵
۶۶	مجاہدین مشرق کا جنگی ترانہ	۲۶
۷۰	شہنشاہ دو عالم کی بارگاہ میں نذر گوہریں	۲۷
۷۵ تا ۹۹	فرہنگ و تعلیقات	۲۸
۱۰۰	نیاز صاحب - حالات حیات - از جعفر بلوچ	۲۹
۱۰۴	راجہ محمد عبداللہ نیاز کی نعت نگاری - از جعفر بلوچ	۳۰
۱۱۸	اعتراف کمال	۳۱

نعیم صدیقی - حفیظ تائب
ڈاکٹر تحسین فراقی - نظیر لدھیانوی
ڈاکٹر حامد خان حامد - طاہر شادانی



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

(۱)

توحید کا اولین عالمگیر تصور

کوئی وقت وہ تھا کہ بندے خدا کے
پرستار تھے قوتِ ماسوا کے
ابھارا جو ذروں کو وہمِ بشر نے
تو ہفت آسماں رہ گئے سر جھکا کے
گر جتے تھے بادل کہ معبود ہم ہیں
خدا بن کے چلتے تھے جھونکے ہوا کے
بھڑکتا تھا شعلہ، اچھلتا تھا پانی
”انا رب الاعلیٰ“ کا نعرہ لگا کے
یہ نقشہ رہا قرنہا قرن قائم
اڑا آخر انساں بھی خود پر لگا کے
وہ قعرِ عناصر پرستی سے نکلا
خدا بن گیا آسمانوں پہ جا کے
خدا آفریں بن گیا ہر برہمن
خدائی کی مسند پہ بت کو بٹھا کے
کیا خود فریبی کا سامان پیدا
تراشے لقبِ دیو اور دیوتا کے

بنا ہم نوا اس کا پیرِ کلیسا
کیے اس نے بھی تین ٹکڑے خدا کے
غرض رکھ دیے حرص کثرت طلب نے
خدا ہی خدا شش جہت میں بسا کے
بدلنا تھا دنیا کے اس رنگ کو بھی
کسی نے بدل بھی دیا اس کو آ کے
اٹھا کوئی سالار توحید بن کر
برہما نصرتِ حق کا پیرا اٹھا کے
اٹھا اور برہما فاتحانہ ادا سے
جنودِ ضلالت کو نیچا دکھا کے
برہما مشرق و مغرب و بحر و بر میں
شیاطین کو ہر معرکہ میں بھگا کے
برہما اور برہمتا ہی برہمتا گیا وہ
رکا بھی تو بنیادِ باطل ہلا کے
برہما قلزمِ نور کی موج بن کر
رکا بھی تو ذروں کو انجم بنا کے
برہما اور ابرِ کرم بن کے برسا
رکا بھی تو دنیا میں موتی لٹا کے
دکھائے زمانہ کو ناویدہ جلوے
حقائق کے چہرے سے پردے ہٹا کے

9 — یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے

جو قائل تھے تثلیث و کثرت کے اب تک

ہوئے معترف وحدت کبریا کے

یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے

یہ ہیں معجزے خاتم الانبیا کے

(۲)

عرب میں ربط ملت کا پہلا درس

کوئی دور وہ تھا عرب اور عجم کا
کہ شیرازہ بکھرا ہوا تھا ام کا
ابھی فکر انساں پہ چھائی تھی ظلمت
یہ سورج بڑی دیر میں جا کے چمکا
نقوش آج جو ذہن پر مرتسم ہیں
نہ تھا نام ان کے وجود اور عدم کا
یہ وہ وقت تھا فردِ آزادہ رو کو
تصور نہ تھا زلفِ ملت کے خم کا
سراسر جہاں گو کہ ظلمت سرا تھا
مگر حال بدتر تھا ارضِ حرم کا
وہاں رنگ یہ تھا کہ ہر ہر قبیلہ
پرستار تھا اپنے اپنے صنم کا

اسے کیا خبر وحدتِ قوم کیا ہے
کہاں تھا شعور اس کو ربطِ بہم کا
وہاں روز ہوتے تھے خونریز جھگڑے
نہ پروا تھی اب کی، نہ احساسِ عم کا
گزرتی تھیں یوں قتل و غارت میں صدیاں
کہ امکان نہ تھا صلح کے ایک دم کا
مگر کیا ستارہ تھا اس خاک کا بھی
کہ مولدِ بنی تاجدارِ امم کا
دگرگوں ہوا دفعتاً " ذرہ ذرہ
پڑا سہایہ جب اس جمیلِ انیسیم کا
بنا آج دارالقضائے امم وہ
ملا اوج صحرا کو لوح و قلم کا
یہ صحرا نشیں کے نصیب اللہ اللہ!
کہ وارث بنا تختِ پرویز و جم کا
جب اک قوم بن کر مسلمان اٹھے
تو الٹا انہوں نے مرقعِ امم کا

جھجکتے وہ کیا وسعت بحر و بر سے

جنہیں عرش تھا راستہ دو قدم کا

کہاں ساربانہ کہاں مرزبانہ

یہ تھا اک کرشمہ کسی کے کرم کا

وہ تدبیر فاروق و شمشیر خالد

عطیہ تھی پیغمبر محترم کا

یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے

یہ ہیں معجزے خاتم الانبیاء کے

(۳)

مجاہد اسلام کی شمشیرِ خارا شگاف

مجاہد نے ہاتھوں میں وہ تیغ اٹھائی
جو پیغامِ نصر من اللہ لائی
جنودِ ملائک رہے اس کے ہمراہ
کیا جس طرف عزمِ کشور کشائی
وہ دنیا کے ایک ایک میدان میں اترا
مگر کس کو تھی تابِ زور آزمائی
پہاڑ اس کی ہیبت سے اس طرح سمٹے
پری نیز و اطلس پہ ہنستی تھی رائی
وہ پردے تھے اطلس کے یا پرئیاں کے
ہٹے، اس نے انگشتِ پا جب لگائی
نہ صحرا کو چھوڑا، نہ دریا سے جھجکا
گیا پھاند دنیا کی ایک ایک کھائی
سمندر میں دوڑا دیا اس نے گھوڑا
زمیں کوئی باقی نظر جب نہ آئی
ادھر ساحلِ اوقیانوس لریا
ادھر موجِ گنگ و جمن تھر تھرائی

جہاز اپنے خشکی پہ اس نے چلائے
جو ممکن نہ تھی بات وہ کر دکھائی

افق سے افق تک وہ اس طرح کوندا
کہ خود برق بھی رشک سے تلملانی

اذانِ سحر دی مدائن میں اس نے
نمازِ عشا قرطبہ میں پڑھائی

کیا طنجہ و کاشغر ایک اس نے
بنے بربری ترکمانوں کے بھائی

کیا جا کے خاموش آتش کدوں کو
لیا بت کدوں سے خراجِ خدائی

وطن سے وہ نکلا تھا بے ساز و ساماں
مگر بختِ یاور نے کی پیشوائی

جہاں پاؤں رکھا وہاں اس کے سر پر
تصدق ہوا تاجِ فرماں روائی

چلا کس کے نقشِ قدم پر مجاہد
یہ کس رہنما کی ہے معجز نمائی؟

یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے

یہ ہیں معجزے خاتم الانبیا کے

(۴)

علم و حکمت کی تجلیوں کا عالم افروز سرچشمہ

فروغ آج مغرب کو ہے علم و فن سے
بھاریں ہم آغوش ہیں اس چمن سے
ستارے بہت تابناک اور تازہ
اتارے فرنگی نے چرخ کہن سے
مگر اس کا یہ دور حیرت فزا ہے
بہت مختلف اس کے دور کہن سے
کبھی وہ اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا
گریزاں تھا نور اس کے بیت الحزن سے
منور ہوا اس کا ظلمت کدہ بھی
کسی آفتابِ ہدیٰ کی کرن سے
شبستانِ عالم کی رگ رگ میں دوڑی
وہ موجِ تجلی جو اٹھی تھی بن سے
خدا جانے فرزندِ صحرا نے کیا کیا
کرشمے دکھائے نکل کر وطن سے
کتاب اور تلوار ہاتھوں میں لے کر
لیا کام اس نے جہادِ حسن سے

ہوئے طور ایک ایک وادی میں پیدا
کبھی اس کی شمشیرِ خارا شکن سے

مہ و انجم و مہر اترے زمیں پر
کبھی اس کی تکبیرِ گرووں فگن سے

وہ قوموں کو دیتا تھا پیغام ”قم“ بھی
لرزتے تھے سب جس کے حکم ”بزن“ سے

نمازوں سے عشق اور کتابوں سے رغبت
فراغت جہاں اس کو ہوتی تھی رن سے

ممالک میں دارالعلوم اس نے کھولے
ابنے لگا نورِ دشت و دمن سے

اٹھی ”رب زدنی“ کی گلبانگ ہر سو
در و بام سے خلوت و انجمن سے

وہ اک چشمہ فیض تھا اور دعائیں
ملیں اس کو اقوامِ تشنه دہن سے

وہ آپ بقا تھا جسے ڈھونڈتے تھے
سب آ آ کے اپنے اندھیرے وطن سے

یہی ایک مردِ خدا تھا جہاں میں
جسے من کا سرمایہ پیارا تھا دہن سے

ادب میں، ریاضی میں اور فلسفہ میں
وہ برتر تھا دانش و رانِ زمن سے

وہ پیچھے نہ تھا ابن مریم سے طب میں
وہ آگے تھا ہیئت میں ہر برہمن سے
امام علوم اوق بھی وہی تھا
خدا داد تھا ربط جس کو خن سے
ان اوصافِ عالی کی امید کب تھی
کسی مردِ صحرا سے یا راہ زن سے
یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتم الانبیا کے

(۵)

علمائے اسلام کی جلالت قدر

ابھی تشنہ شرح ہے یہ کہانی
ہوا بند کوزہ میں دریا کا پانی
اک امی نے اور اس کی امت نے کیا کیا
ہویدا کیے راز ہائے نہانی
ابھارے دفینے ادھر سب زمیں کے
اتارے خزینے ادھر آسمانی
علوم اور قرآن میں یہ رابطہ ہے
کسی کا وہ خاتم، کسی کا وہ بانی
یہ صحرا نشینوں کی تقدیر میں تھا
کریں اٹھ کے ہر علم کی باغبانی
ریاضی میں، ہیئت میں، طب میں، ادب میں
فتوحات اسلام ہیں غیر فانی
سلنو کو بغداد کو قرطبہ کو
مسلمان نے دی شہرت جاودانی
سپین اور سسلی میں کرتا رہا وہ
سحاب کرم بن کے گوہر فشانہ
کیا زندہ یونان کے فلسفہ کو
دوبارہ اسے بخش دی زندگانی

جب اپنی ذہانت کے جوہر دکھائے
 تو بہتر رہا نقش اول سے ثانی
 کمال ابونصر ارفع تھا اس سے
 کہ انجام دے خدمت ترجمانی
 ارسطو سے بڑھ کر بہار آفریں تھی
 چمن بند فاراب کی گل نشانی
 نہیں منکر عظمت ابن سینا
 فرنگی بھی با ایں ہمہ لن ترانی
 وہ یورپ کا استاد اسے مانتا ہے
 کہ دشوار تھی یہ حقیقت چھپانی
 اسے یاد ہیں ابن رشد اور غزالی
 کبھی جن کی یورپ پہ تھی حکمرانی
 اسے آج تک ہیں چراغ ہدایت
 حکیم ابن یونس، حکیم البتانی
 انھی کے فیوض تلمذ نے بخشی
 میسر ہے آج اس کو جو کامرانی
 مگر ان بزرگوں کو یہ سربلندی
 عطا کس نے کی از رہ مہرانی
 یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے
 یہ ہیں معجزے خاتم الانبیا کے

(۶)

مساواتِ انسانی کا واحد مبلغ

جہاں اختلافِ مدارج کا گھر ہے
کوئی خاک بر سر کوئی تاجور ہے
کسی کے مقدر میں ہے قعرِ پستی
کوئی مسندِ آوج پر جلوہ گر ہے
نظامِ جہاں کی بنا ہے اسی پر
کوئی کارفرما کوئی کارگر ہے
یہ اک امر واقع ہے لیکن ازل سے
یہی امر بنیادِ ہر شور و شر ہے
یہی ہر رعونت کا خالق جہاں میں
یہی ہر تمرد کا پیغام بر ہے
یہی برہمن کی بہاروں کا سماں
یہی ویش و شور کا داغِ جگر ہے
یہی مصدرِ جبرِ اہل حکومت
یہی منبعِ کبرِ اربابِ زر ہے
کیا رنگ اور خوں کو تقسیم اسی نے
یہی قاطعِ اتحادِ بشر ہے
مساواتِ انساں کا واحد مبلغ
جہاں میں مسلمانِ عالی گزر ہے

سلاطین گیتی لرزتے ہیں اس سے
کہ وہ دردِ جمہور کا چارہ گر ہے

وہ نا آشنا ہے سپید و سیاہ سے
فقط صبغة اللہ پہ اس کی نظر ہے

وہ وارث ہے اقطاعِ روئے زمیں کا
عرب اس کا گھر ہے، عجم اس کا گھر ہے

نہ وہ بزہمن کی خدائی کا قائل
نہ شور کے سایہ سے اس کو حذر ہے

پھاڑوں سے الجھے تو وہ برقِ خاطر
گلستاں سے گزرے تو بادِ سحر ہے

ذرا غور فرمائیں اربابِ بینش
یہ کس آفتابِ ہدیٰ کا اثر ہے

اٹھا پردہ امتیاز اس طرح سے
کہ ہر ذرہ ہم دوشِ شمس و قمر ہے

یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے

یہ ہیں معجزے خاتمِ الانبیا کے

(۷)

پیکرِ حسناتِ بوقلموں

مسلمان دو عالم میں بلا نشیں ہے
وہ گنجِ سعادت کا واحد امین ہے
وہ سر تا قدم منظرِ شانِ ایزد
محاسن کا اک پیکرِ دل نشیں ہے
جسے طورِ حیرت سے دیکھے، وہ صورت
جسے نورِ سجدہ کرے، وہ جبیں ہے
اگر آسمانوں پہ اس کا گزر ہو
فرشتہ بھی ہم پایہ اس کا نہیں ہے
اگر وہ اتر آئے سطحِ زمیں پر
تو سرخیلِ اقوامِ روئے زمیں ہے
مصلیٰ اسے مسندِ شہراری
تو خلقِ حسن اس کا حصنِ حصین ہے
جہاں سر جھکا دے وہ یادِ خدا میں
زمیں کا وہ ٹکڑا سپرِ بریں ہے
اوھر اس کے جاہ و حشم کا یہ عالم
خداوندِ دہیم و تخت و نگین ہے
اوھر اس کا اعلان ”الفقر فخری“
کہ دنیائے دوں جنت الکافریں ہے

نثار اس کے قدموں پہ دنیا کی دولت
مگر گھر میں کھانے کو نان جو ہیں ہے

کوئی اس کی تصویر کس طرح کھینچے
کہ ہر گوشہ سیرت اس کا حسین ہے

وہی جلوہ آرائے دربار شاہی
جو مسجد کے حجرے میں خلوت گزیر ہے

وہی بیڑیاں کاٹتا ہے بشر کی
جو خود پایا بہ زنجیر احکام دیں ہے

وہی سرور آزاد ہے اس چمن کا
جو سبزہ کی مانند سر بر زمیں ہے

اگر عرصہ رزم میں جا کے دیکھو
وہاں اس کی ایک ایک رگ آہنیں ہے

اگر خلوت و بزم میں آ کے دیکھو
یہاں موم پہلو میں ہے دل نہیں ہے

کہیں کوندتا ہے وہ بجلی کی صورت
کہیں وہ سحاب بہار آفریں ہے

یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتم الانبیا کے

(۸)

غریبوں اور ضعیفوں کے سپہ خانہ میں انقلاب کا نور

ہوا نورِ عدل آشکارا جہاں میں
بجھا ظلم کا ہر شرارا جہاں میں

کیا پست و بالا کو جس نے مساوی
وہ مرسل ہوا جلوہ آرا جہاں میں

غریبوں کا وہ سب سے پہلا مربی
ضعیفوں کا واحد سہارا جہاں میں

وہی جس نے انسانیت کے گلے سے
تعبد کا ہر طوق اتارا جہاں میں

وہی جس نے ہر عبد کو حر بنا کر
اسے ہر طرح سے ابھارا جہاں میں

وہی جس کے انوارِ فیضِ نظر سے
گہر بن گیا سنگِ خارا جہاں میں

کتابوں سے پوچھو کہ مملوک کیونکر
بنا وارثِ تاجِ دارا جہاں میں

سلاطینِ عالم کی زریں قبائیں
ہوئیں کس طرح پارا پارا جہاں میں

جس کا غلام اور اس کا یہ رتبہ
لحد بوس ہیں کشور آرا جہاں میں
وہ تھا اور ہے اور رہے گا ابد تک
مسلمان کی آنکھوں کا تارا جہاں میں
یہ اعجاز اے تاجدارِ مدینہ
تمہارا ہے اور بس تمہارا جہاں میں
وہ ذرہ نہیں جو تمہارے کرم سے
نہ چمکا ہو بن کر ستارا جہاں میں
فقط تم نے مزدور کا دل بڑھایا
زیوں حال تھا وہ بچارا جہاں میں
تمہاری عنایت سے سمجھا گیا وہ
خداوندِ عالم کا پیارا جہاں میں
گہڑنے پہ اقوامِ عالم مصر تھیں
مگر تم نے ان کو سنوارا جہاں میں
غضب تھا کہ معصوم بیٹی کے سر پر
چلاتا تھا خود باپ آرا جہاں میں
مگر تم نے روکا تو پھر کس نے دیکھا
یہ انسانیت کش نظارا جہاں میں
کبھی تختہ مشق شدائد تھی عورت
بمشکل تھا اس کا گزارا جہاں میں

نہ دم مارنے کی اجازت تھی اس کو

نہ صبر و تحمل کا یارا جہاں میں

عنایت کیے سب حقوق اس کو تم نے

کیا اس کو زندہ دوبارا جہاں میں

جو دیکھی یہ ذرہ نوازی تمہاری

تو ایک ایک ذرہ پکارا جہاں میں

یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے

یہ ہیں معجزے خاتم الانبیا کے

(۹)

خداوند جلیل کا آخری صحیفہ

صحائف میں قرآن کا رتبہ ہے عالی
مسلم ہے اس کی فقید المثالی
معارف سے لبریز ایک ایک جملہ
حقائق سے نقطہ نہیں کوئی خالی
کلام الہی سے کیا نسبت ان کو
مثالی سہی آب و تاب لائی
وہ ابر کرم بن کے دنیا میں برسا
ہوئی اس سے شاداب ہر خشک ڈالی
کیے فاش اسرار سربستہ اس نے
گرہ اس نے ہر راز کی کھول ڈالی
کتابوں میں وہ رہ گئے منہ چھپا کر
زمانے میں جو فلسفے تھے خیالی
الٹ کر جہاں کی بساط کہن کو
سراسر نئی ایک دنیا بسالی
فقط چند جملوں سے عالم کو بدلا
فقط چند اشاروں میں بگڑی بنا لی
کہا "آمنوا" اور عرب اور عجم نے
"ہو الحق" کہا اور گردن جھکا لی
کہا "قاتلوا" اور جنود و عساکر
اٹھے اور رہ حق میں تلوار اٹھا لی

کہا "احسنوا" اور زمیں پر دکھا دی
بشر نے اوائے ملائک خصالی

کہا وار کعوا" اور ہوئے سر بزبانو
اوانی کے پہلو بہ پہلو اعلیٰ

کہا "واذکروا" جب کہ صدیوں کی رنجش
دلوں سے نکالی دنوں میں نکالی

کہا "ان الارض" اور سکّان صحرا
بنے دفعتہ ہفت کشور کے والی

کہا "انظروا" جس کی تاکید کر کے
علوم جدیدہ کی بنیاد ڈالی

الہی نے دامن بھرا موتیوں سے
طبعی نے اک اک مراد اپنی پالی

اسی شے نے یورپ کی کایا پلٹ دی
ہوئی ختم اس کی پرآگندہ حالی

مگر آج بیکن کے سر ہے یہ سہرا
کسی کی یہ دولت کسی نے چالی

غرض اس کتاب سراسر ہدیٰ نے
دکھائیں جہاں میں بہاریں نرالی

اس آئینہ ایزدی میں کسی نے
دکھائے بشر کو مقاماتِ عالی

یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتم الانبیا کے

(۱۰)

نماز

نمازوں سے دنیا میں شوکت ہماری
نمازوں سے عقبی میں راحت ہماری
نمازوں نے خاکی کو نوری بنایا
سرایا تجلی ہے فطرت ہماری
نمازوں سے جبریل سیما ہے مسلم
ملائک سے ملتی ہے صورت ہماری
خدائی عطا کی ہمیں بندگی نے
حکومت ہے گویا عبادت ہماری
ہمیں یہ صلہ طاعتِ رب نے بخشا
کہ اقوام نے کی اطاعت ہماری
فسانوں میں پھیلیں ہماری نمازیں
اذانوں میں گونجی حکایت ہماری
نمازوں سے قائم ہوا دینِ قیم
نمازوں سے باقی ہے سطوت ہماری
ہمیں صحن مسجد شہستان شاہی
کہ شب زندہ داری ہے عشرت ہماری

نہیں قلعہ سے کم مصلیٰ ہمارا
نہیں فوج سے کم جماعت ہماری

صفیں باندھ کر سر جھکاتے ہیں جب ہم
کوئی آ کے دیکھے جلالت ہماری

یہ خاموش مجمع، یہ ضبطِ مکمل
دلوں پر بٹھاتا ہے ہیبت ہماری

قیاما" رکوعا" سجودا" قعودا"

نمازیں ہیں شمعِ ہدایت ہماری

جھکاتی ہیں بندوں کو درگاہِ حق میں
بتاتی ہیں ہم کو حقیقت ہماری

اٹھاتی ہیں سجدوں میں ہم کو گرا کر
بندھاتی ہیں اس طرح ہمت ہماری

بُجھاتی ہیں اوقات کی قدر و قیمت
بڑھاتی ہیں ہر لمحہ دولت ہماری

پڑھاتی ہیں درسِ مساواتِ انساں
دکھاتی ہیں شانِ اخوت ہماری

بیک وقت دونوں اتم اور اکمل
اطاعت ہماری، امامت ہماری

یہ اک رکن دیں اور ہر دیں سے افضل
مذہب پہ بھاری عبادت ہماری

خدا اپنے گھر میں بلاتا ہے ہم کو
خدا داو ہے یہ سعادت ہماری
جہاں یادِ باری میں ہم سر جھکا دیں
زمیں کا وہ ٹکڑا ہے جنت ہماری
پڑھائی ہیں کس نے نمازیں جہاں کو
عطیہ ہے کس کا یہ نعمت ہماری؟
یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتم الانبیا کے

(۱۱)

ایک نئے جہاں کی تعمیر

کیا اک جہاں اور تیار اس نے
کہ بدلے خیالات و افکار اس نے
گدایانِ مجبور کے سخر پہ رکھ دی
کلاہِ سلاطینِ جبار اس نے
اٹھالے گیا جھونپڑوں کو فلک پر
محل رکھ دیے کر کے مسمار اس نے
غورِ زر و جاہ و رنگ و نسب کو
مثایا زمانے سے یک بار اس نے
ابھرنا تھا اعمال کو اور وہ ابھرے
کہ بدلا فضیلت کا معیار اس نے
نماز اور حج اور زکوٰۃ اور روزہ
فرائض مقرر کیے چار اس نے
لگائے عجب چار چاند اس نے دیں کو
بکھیرے نرالے یہ انوار اس نے
نماز اور روزہ کی تاکید کر کے
بنایا بشر کو نکوکار اس نے

نماز اور حج میں ہمیں جمع کر کے
 بنا لی عجب فوج جرار اس نے
 اتارا مساجد سے میداں میں ہم کو
 عطا کی کتاب اور تلوار اس نے
 بٹھایا ہمیں مسندِ خسروی پر
 بنایا جہاں میں جہاں دار اس نے
 عرب بن گیا مرکزِ ہفت کشور
 جھکایا سرِ ہفت پرکار اس نے
 مواخاتِ اقوام کی طرح ڈالی
 ملائے بیک دیگر امصار اس نے
 زکوٰۃ اور خیرات سے منعموں کو
 بنایا غریبوں کا غم خوار اس نے
 بنی اس کی امت خزانوں کی وارث
 نہ رہنے دیا ہم کو نادار اس نے
 سراسر شفا ہیں یہ روزے ہمارے
 مٹایا ہمارا ہر آزار اس نے
 اطباءِ مغرب بھی ہیں محو حیرت
 کیے فاش طب کے وہ اسرار اس نے
 ہمیں تئیں دن کچھ سویرے جگا کر
 دیا تحفہٴ بختِ بیدار اس نے

عبادت کے اخلاق کے شہریت کے
بتائے سب آداب و اطوار اس نے
سلیقہ نہ تھا بات کرنے کا ہم کو
سکھایا ہمیں حسن گفتار اس نے
ٹپکتا تھا ہر ہر قدم پر تھرو
سنوارا یہ انداز رفتار اس نے
یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتم الانبیا کے

(۱۲)

حضور خواجہ دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذرہ نوازیاں

وہ اقوام و افراد کا حکمراں ہے
وہ ہر خرمین و دانہ کا پاسباں ہے
اسے دل گرفتہ کلی بھی ہے پیاری
جو گلزارِ شاداب کا باغبان ہے
ہوا مستنیر اس کے جلووں سے گھر گھر
کہ وہ خانہ افروز کون و مکان ہے
کیا استوار اس نے ایک ایک رشتہ
وہ معمارِ ہر خانہ و خانداں ہے
نہیں غیر بھی غیر اس کی نظر میں
وہ ہر چند یاروں کا بھی قدرداں ہے
مساکین، یتامی، پڑوسی، مسافر
وہ اک اک کا مونس ہے اور مہرباں ہے
مریض اور اسیر اور غلام اور کنیزیں
محمدؐ کے سایہ میں سارا جہاں ہے
وہ عاصی جو ہو راندہ ہفت کشور
حرمِ نبیؐ اس کو دارالامان ہے
اگر اس کی محفل میں آ جائے اندھا
تو ”جاءہ الاعمی“ اس اندھے کی شاں ہے

در ہر ضعیفہ پہ اللہ اکبر!
دعاؤں کا طالب شہ دو جہاں ہے
زکوٰۃ اس لیے جزو اسلام ٹھہری
کہ مفلس کو سامان آرام جاں ہے
مثایا گیا سود کو اس بنا پر
کہ مقروض کے سر پہ بار گراں ہے
گرایا گیا قصر سرمایہ داری
کہ محنت کے سر پر اک اور آسماں ہے
غریبوں کو بخشا گیا گنج تقویٰ
کہ یہ ان کا سرمایہ جاوداں ہے
کمال اس کی ذرہ نوازی کا دیکھو
وہ غم خوار اس کا ہے جو ناتواں ہے
یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتم الانبیاء کے

(۱۳)

اعدائے سرکش

حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کا بخت یاور

عداوت کے بادل اٹھے بحر و بر سے
بہت دیر گرجے بہت دیر بر سے
خدا دشمنی جن کی تقدیر میں تھی
انہوں نے لیا کام ہر شور و شر سے
مگر نور کس طرح پروں میں رہتا
ہوا جلوہ آرا وہ ہر بام و در سے

کوئی وقت وہ تھا کہ تلوار لے کر
عمر ابن خطاب نکلے تھے گھر سے
سر راہ قسمت کھڑی ہنس رہی تھی
”کہاں تک بچو گے کسی کی نظر سے؟“
محمدؐ کے قدموں پہ سر تھا عمرؓ کا
کدھر لے گیا بخت ان کو کدھر سے!

وہ خالد جو تائیدِ لات و ہبل میں
 احد میں مسلح تھے تیغ و سپر سے
 مدینہ میں بے طوق و زنجیر پہنچے
 کہاں تک وہ لڑتے قضا و قدر سے
 وہ سیف خدا بن کے اس طرح چمکے
 کہ ”احسنت“ نکلا زبانِ قمر سے

وہ وحشی وہ حمزہ کا بے درد قاتل
 لرزتی تھی انسانیت جس کے ڈر سے
 صداقت نے جب اس کی کلیا پلٹ دی
 ہوا طالبِ عفو خیر البشر سے
 پشیمان تھا اپنی سیہ کاریوں پر
 نہ رکتا تھا سیلِ رواں چشمِ تر سے

وہ عروہ جو کفار کے ایلیٰ تھے
 بچے باتوں باتوں میں نارِ سقر سے
 سعادت انہیں بھی مدینہ میں لائی
 وہ لوٹے کفن باندھ کر اپنے سر سے

وہ طائف کا سردار جس نے نبیؐ کو
کرایا تھا مجروح خشت و حجر سے
نہ خالی رہا اس شکر کا دل بھی
پیبرؐ کی تعلیم معجز اثر سے
مدینہ میں آ کر خطا بخشوائی
بصد عجز لولاک کے تاجور سے

مثالیں ہزاروں ہیں لکھوں کہاں تک
قلم روکتا ہوں طوالت کے ڈر سے
یہ ہیں کارنامے رسول خدا
یہ ہیں معجزے خاتم الانبیا کے

(۱۴)

مغرب کے اربابِ قلم کا خراج عقیدت

(وہ دن دور نہیں کہ تمام یورپ حلقہ بگوش اسلام ہو جائے گا) (برنارڈشا)

محمدؐ کے مداح اغیار بھی ہیں
وہ اربابِ آرا و افکار بھی ہیں
وہ صدہا وسیع النظر اہلِ مغرب
جو نقادِ ایام و ادوار بھی ہیں
وہ صدہا حکیم اور ادیب اور مورخ
جو غواصِ دریائے اسرار بھی ہیں
کئی ان میں قائل ہیں روحانیت کے
کئی مادہ کے پرستار بھی ہیں
کئی ان میں تحقیق کے مردِ میدان
کئی حق سے بالطبع بیزار بھی ہیں
مگر سب کو ہے اعترافِ حقائق
جو ناقابلِ رد و انکار بھی ہیں
پڑھو کارلائل کے الفاظِ دل کش
کہ تمثالِ نیرنگِ گفتار بھی ہیں
پڑھو آرنلڈ اور گبن کی رائیں
کہ وہ حق کا بے لاگ اظہار بھی ہیں
پڑھو کاسٹی کے دلاویز جملے
کہ جذبات کے آئینہ دار بھی ہیں

کتابیں سکاٹ اور ڈریپر کی دیکھو
کہ ان میں صداقت کے انوار بھی ہیں
انہیں یاد آتے ہیں احساں عرب کے
شاگرد بھی ہیں اور گراں بار بھی ہیں
سنو آج برنارڈ کیا کہہ رہا ہے
کہ پیش نظر اس کے آثار بھی ہیں
بہ الفاظ برنارڈ سب اہل یورپ
مسلمان بننے کو تیار بھی ہیں
طبائع میں یہ انقلاب اللہ اللہ
کہ مومن نما آج کفار بھی ہیں
جہاں ظلمتوں کا ہجوم آج تک تھا
وہاں کچھ شعاعیں نمودار بھی ہیں
ابھی اور جھلکے گی اے شمع حق تو
کہ بے تاب یورپ کے دربار بھی ہیں
منور بہ اسلام ہوں گی وہ قومیں
جو بے دین ہیں اور مست پندار بھی ہیں
وہ بیدار ہو کر نواسج ہوں گی
اگر ظلمتِ شب سے لاچار بھی ہیں
یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتم الانبیا کے

(۱۵)

ہمارا حسین و جمیل آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

وہ نامِ خدا ہے کچھ ایسا حسین بھی
کہ شیدا ہے خود احسن الخالقین بھی
قتیل اس کی تیغِ نظر کے ملائک
اسیر اس کی زلفوں کی حورانِ عین بھی
ستاروں کی تسبیح ہاتھوں میں لے کر
درود اس پہ پڑھتا ہے چرخِ بریں بھی
قمر جس کے پر تو سے روشن، وہ طلعت
سحر جس پہ قربان ہو وہ جبیں بھی
فدا اس پہ کشور کشایانِ گیتی
غلام اس کے دنیا کے مسند نشین بھی
کیا جس نے اعلانِ "الفقر فخری"
نثار اس کے قدموں پہ تاج و نگین بھی
کوئی تو ادا ہے جہانگیر اس کی
کہ ہسپانیہ بھی تصدق ہے چیں بھی
ہمیں اپنے آقا سے ہے وہ محبت
نہیں ہے عزیز اس سے جانِ حزیں بھی
ہمیں بارہا آزمایا فلک نے
جفائیں بہت اس کی ہم نے سہیں بھی

مسلمان نے وہ خونچکان کھیل کھیلا
کہ رنگیں ہے تاریخ روئے زمیں بھی
چمن رکھ دیئے اس نے جب ان کی زد میں
تو خود بجلیوں نے کہی آفریں بھی
مثالیں ہزاروں ہیں کس طرح لکھوں
وہ حیرت فزا بھی ہیں وجد آفریں بھی
مسلمان کی معراج عشق محمدؐ
یہی اس کی دنیا، یہی اس کا دیں بھی
تر چرخ یہ والہانہ ارادت
نہ ہوگی کسی کو کسی سے کہیں بھی
یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتم الانبیا کے

(۱۶)

غزوہ بدر کی داستان کا ایک صفحہ

جنہیں عشق تھا خواجہ دو جہاں سے
وہ ڈرتے نہ تھے ساعت امتحان سے
زمیں تھر تھراتی تھی زد ان کی کھا کر
وہ ٹکرا کے رہتے تھے ہفت آسمان سے
شہیدانِ راہِ خدا کی نظر میں
فزونِ خاکِ مقتل تھی صحنِ جنان سے
بلالؓ اور عمارؓ و یاسرؓ کے سر پر
جو گزری تھی پوچھو وہ تاریخِ داں سے
مگر کیا کلیجہ تھا ان بے کسوں کا
کہ اف بھی نہ نکلی کسی کی زباں سے
سناتا ہوں چھوٹا سا اک واقعہ اب
تمہیں غزوہ بدر کی داستان سے
غثیمہؓ تھے باپ اور سعدؓ ان کے بیٹے
کہا یہ غثیمہؓ نے اس نوجواں سے
یہ موقع شہادت کا دے دے مجھی کو
یہ دولت نہ چھین آج مجھ ناتواں سے
نہ دل ہی میں رہ جائے دل کی یہ حسرت
یہاں موت کی آمدِ ناگہاں سے

نگہداشت آخر ضروری ہے گھر کی
نہ جا میرے نورِ نظر! تو یہاں سے
مگر سعد یہ بات کب مانتے تھے
انہوں نے کہا والدِ مہرباں سے
”اسی آرزو میں ہوں بیتاب میں بھی
ملوں جا کے اللہ کے کارواں سے
خدا کے لیے آپ خود گھر میں رہیے
ضعیفی میں آئے گی طاقت کہاں سے
یہاں کیا کروں بیٹھ کر عورتوں میں
مجھے کھیلنے دیجے تیغ و سناں سے“
غرض باپ بیٹے میں اک کشمکش تھی
کہ ایماں تھا محبوب تر ان کو جاں سے
ہوئیں قرعہ اندازیاں ان میں باہم
رجوع ان کو کرنی پڑی آسماں سے
پڑا سعد کے نام پر قرعہ آخر
خوشی ان کی باہر تھی حد بیاں سے
یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتم الانبیا کے

(۱۷)

مجاہدین اسلام کی بلند ہمتی

خدا اعتمادی و خود اعتمادی
 سبق دو پڑھاتا ہے بطحا کا ہادی
 نہیں ساز و سماں پہ مسلم کو تکیہ
 اسے بس ہیں اس کے قوائے ارادی
 تماشا کرے کیا لب بام آ کر
 جو ہو آگ میں کود پڑنے کا عادی
 جب اندلس کا غازی کنارے پر اترا
 وہیں اس نے ایک ایک کشتی جلا دی
 وہ مرد خدا جانتا تھا یہ نکتہ
 کہ اک شے ہیں نامروی و نامرادی
 چڑھا شہر قیصر پہ ترک مجاہد کشتی چلا دی
 کئی میل خشکی پہ کشتی چلا دی
 مراکو کے فاتح نے راہ خدا میں
 جب ایڑ اپنے گھوڑے کو اٹھ کر بتا دی
 وہ تا ساحل اوقیانوس پہنچا
 زمیں اس نے حد نظر تک ہلا دی
 کہا پھر بہ حسرت کہ اے رب کعبہ
 یہاں تک تو کی میں نے تیری منادی

اگر بحر حائل نہ ہوتا تو سنتی
ترا نام مغرب کی ایک ایک وادی
اٹھا سعد اک مختصر فوج لے کر
تو تھرا گئی سطوت کیتبادی
ادھر سخت بھری ہوئی موجِ وجلہ
ادھر بے نوا فوج اور سیدھی سادی
نہ پل تھا نہ کشتی مگر اس کی ہمت
عدو کی تدابیر پر مسکرا دی
سواروں کے رہوار لوہے کا پل تھا
سرِ آب انہوں نے یہ پشڑی بچھا دی
”وہ دیو آئے دیو آئے“ کا غلغلہ تھا
غضب ناک لہروں نے گردن جھکا دی
غرض جس مجاہد نے تلوار اٹھائی
قیامت پاپا کی کرامت دکھا دی
یہ ہیں کارنامے رسول کے
یہ ہیں معجزے خاتم الانبیا کے

(۱۸)

شہنشاہِ کونین کی جہاں بخشی

صحابہ میں دو چار ارباب زر تھے
 تھی دست اور بے نوا بیشتر تھے
 وہ بے شک جماعت تھی قدوسیوں کی
 بیاطن ملائک بظاہر بشر تھے
 مگر صاحبِ قصر و ایوان نہ تھے وہ
 غریبانہ ویس اور غریبانہ گھر تھے
 ابوبکرؓ و عثمانؓ تاجر تھے دونوں
 فقط چند اونٹوں کے مالک عمرؓ تھے
 کئی دن نہ جلتا تھا چولہا بھی گھر میں
 علیؓ دولتِ فقر سے بہرہ ور تھے
 مگر دفتہ " بخت جب ان کا جاگا
 وہی مسند آرا تھے اور تاجور تھے
 مناصب نے چمکا دیا سیکڑوں کو
 جو ذرے تھے کل، آج شمس و قمر تھے
 جو غش کھا کے گرتے تھے ہر ہر قدم پر
 وہی فاقہ کش خازنِ سیم و زر تھے
 غنی تھے وہ انصار تھے یا مهاجر
 کہ اک اک کے دامن میں لعل و گہر تھے
 ملا یہ صلہ سرفروشی کا ان کو
 کہ ان کے قدم تھے سلاطین کے سر تھے

بیک وقت جب سعدؓ اور ابو عبیدہؓ
 مسلمان ہوئے تھے وہ خود بے خبر تھے
 کہ بختِ رسا کھینچ لایا تھا ان کو
 وہ مامور اک خدمتِ خاص پر تھے
 انہوں نے کیا سرنگوں رومیوں کو^(۱)
 وہ ایران کے فاتح نامور تھے^(۲)
 ادھر تیغِ خالد کے شعلوں سے روشن
 عراق و مدائن کے دیوار و در تھے
 بن العاص یعنی عرب کے وہ موسیٰ
 ادھر ارضِ فرعون میں جلوہ گر تھے
 بھرا جن سے آلِ امیہ نے دامن
 لٹائے ہوئے ہاشمی کے گھر تھے
 اسی کی عنایت سے عباس زاہدے
 کئی پشت تک حاکم بحر و بر تھے
 یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے
 یہ ہیں معجزے خاتم الانبیا کے

۱ - حضرت ابو عبیدہؓ

۲ - حضرت سعد بن وقاصؓ

(۱۹)

خلافت راشدہ کے دور کی ایک جھلک

خلافت کہ جمہور کی سروری ہے
خدا ترسی و عدلت گستری ہے
ضعیفوں کو اقوام عالم نے روندنا
گواہ اس پہ نہ گنبدِ اختری ہے
یہ اک جرم ہے عام و درینہ لیکن
اک امت محمدؐ کی اس سے بری ہے
نگاہِ مسلمان میں تاجِ حکومت
خدا کی امانت ہے سر پر دھری ہے
وہ ہے پاسبانِ حقوقِ خلاق
حرام اس پہ سلطانی و قیصری ہے
بجا کہ گیا ہے یہ مشرق کا شاعر
یہاں سروری کیا ہے، خد متگری ہے
عمرؓ جس کی ہیبت سے روئے زمیں پر
سلاطین کے دربار میں تھر تھری ہے
کھڑا آ کے ہوتا ہے قاضی کے آگے
کہ پابندِ آئینِ پیغمبریؐ ہے
وہ دربارِ دینِ متین کا ہے جس میں
گدا کو شہنشاہ سے ہمسری ہے

مدینہ کی معذور بڑھیا کے گھر میں
عمرؓ اور ابوبکرؓ کی نوکری ہے
علیؓ در بدر روٹیاں بانٹتے ہیں
کہ فرضِ جہانباں، جہاں پروری ہے
سعید ابن عامر ہیں صوبہ کے ناظم
مگر گھر میں فاقہ ہے اور بے زری ہے
اٹھاتا ہے کپڑوں کے تھان اپنے سر پر
سپرِ خلافت کا جو مشتری ہے
تصدق ہوا جس پہ تاجِ دو عالم
خود اس سر پہ لکڑی کی گٹھڑی دھری ہے
حقائقِ قلم بند کیا کروں میں
کہ ہر بات میں اک نئی دلبری ہے
کتابوں میں دیکھو صحابہؓ کی سیرت
محاسن سے تاریخ یکسر بھری ہے
یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمِ الانبیا کے

(۲۰)

شہنشاہی میں فقیری

مسلمان کہ پیرو ہے خیر البشر کا
جہاں میں امیں ہے قضا و قدر کا
محافظ ہے ناموس اسلام کا وہ
محاسب نہیں اپنے نفع و ضرر کا
نہیں اس کو سرمایہ داری سے رغبت
وہ جو یا ہے اک گنج پائندہ تر کا
”اسے تین راتیں بھی رہنے نہ دوں میں
احد کوئی لا دے اگر مجھ کو زر کا“
بدلتا رہا بھوک سے کروٹیں جو
یہ ارشاد ہے اس شہِ بحر و بر کا
خزانے جب آتے تھے اونٹوں پہ لد کر
تو ہنستا تھا ان پر غبار اس کے گھر کا
کیے عمر بھر اس نے فاقوں پہ فاقے
سلیمانِ حشم تھا گدا جس کے در کا
لرزتے تھے کسری و قیصر بھی جس سے
اڑھائی درم خرچ تھا اس عمر کا
عمر اور بھی اک ہوا مسند آرا
جو مانی تھا فاروقِ عالی گھر کا

کیے اس نے اموالِ مغبوبہ واپس
تو پہلے صفایا کیا اپنے گھر کا
لیا اپنی بیوی سے بھی وہ جواہر
جو تھا پاس اس کے عطیہ پدر کا
وہ بیت المقدس کا سلطانِ اعظم
دیا جس نے یورپ کو چرکے پہ چرکا
اڑائے پرچے نصاریٰ کے جس نے
کیا خاتمہ ان کے صدیوں کے شر کا
دم مرگ خالی تھا اس کا خزانہ
فقط ایک دینار تھا اس کا ترکا
شہنشاہ ہندوستان ناصر الدین
نمونہ وہ اصحابِ قدسی سیر کا
وہ قرآن لکھتا تھا اور اس کی اجرت
سہارا تھی اس باخدا تاجور کا
بیک وقت درویشی و بادشاہی
یہ اعجاز تھا کس کے فیضِ نظر کا
یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتم الانبیا کے

(۲۱)

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کی آخری قمیص

عمرؓ فخر اسلام و فخر زمن تھا
 کہ ہر کام اس کا بطرزِ حسن تھا
 تراشا جنھوں نے بتِ سلطنت کو
 خود ان کے گھرانے میں اک بت شکن تھا
 مدینہ کا ناظم تھا وہ اول اول
 جہاں وہ بصد ناز جلوہ فگن تھا
 بدلتا تھا ہر روز پوشاک تازہ
 جوانی کا عالم تھا اور بانگین تھا
 وہ سرمست تھا اور اسے کیا خبر تھی
 کہ بالائے سر آسماں خندہ زن تھا
 ہوا جب وہ مسند نشین خلافت
 عمر میں تغیر تھا اور رفعتہ " تھا
 مدینہ سے وابستہ تھے وہ ظواہر
 نہ اب وہ بہاریں نہ اب وہ چمن تھا
 یہ احساس پیدا ہوا اس کے دل میں
 وہ اب ناز بردار ہر مرد و زن تھا
 وہی پاسباں تھا اب اس سلطنت کا
 کہ گوشے میں اس کے خود اس کا وطن تھا

بظاہر بڑی شان تھی آج اس کی
سکندر حشم اور جم انجمن تھا
یہ وہ دن تھے زیرِ ننگینِ خلافت
خراسان و مصر و دمشق و یمن تھا
وہ پرچم جو اڑتا تھا جبرائیل پر
سرِ قیرواں پر بھی سایہ فگن تھا
مگر خود خلیفہ کی روداد پوچھو
تو دل تا دمِ واپس پر محن تھا
یہ تھا بسترِ مرگ پر حال اس کا
کہ اک سادہ کرتا تھا جو زیب تن تھا
عمیات کو آتے تھے چھوٹے بڑے سب
شب و روز اک مجمع مرد و زن تھا
اسے دھو بھی سکتی نہ تھی اس کی بیوی
یہی ایک اور آخری پیرہن تھا
اسی ایک کرتے میں دی جان اس نے
کہ پھر خاکِ مرقد تھی وہ تھا کفن تھا
جو زیور تھا اسلام اور مسلمانوں کا
یہی فقر تھا اور یہی سادہ پن تھا
یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتم الانبیا کے

(۲۲)

ایک صحابی حضرت ابو درود رضی اللہ عنہ کا ایثار

مسلمان کی ہر داستاں ہے نرالی
نرالی مگر رنگ و روغن سے خالی
حقائق مگر سننے والا کہے گا
فسانے ہیں پا در ہوا اور خیالی

یتیم اور نادار تھا ایک لڑکا
زمانے میں کوئی نہ تھا جس کا والی
ہوا بارگاہ رسالت میں حاضر
وہ بے کس کہ تھا پیکر زار نالی
”مرے باغ پر ہے فلاں شخص قابض
مرے حق کی ہے صاف یہ پائمالی
خدا کے لیے آپ انصاف کیجے
کہ ہیں آپ ہی ہم یتیموں کے والی“
فریق مخالف تھا یا حق بجانب
گواہوں نے یا واقعیت چھپالی
کیا مسترد آپ نے اس کا دعویٰ
شہادت پہ موقوف تھی رائے عالی

سنا فیصلہ جب رسول خدا کا
تو لڑکے نے اک آہ دل سے نکالی

روان ہو گئے اس کی آنکھوں سے دریا
طبیعت نہ جاتی تھی اس سے سنبھالی
ادھر آبدیدہ تھے خود مصطفیٰؐ بھی

ترجم بھی تھا جزو شانِ جمالی
بہت رقت انگیز تھی خود تیمی

پھر اس پر اضافہ ہوئی خرد سالی
کہا آپ نے ”اے فلاں! گو کہ تو نے

گواہوں کی تائید سے فتح پالی
اگر باغ لڑکے کو تو خود ہی دے دے

نہ جائے گا تیرا یہ ایثار خالی
تجھے اک چمن آخرت میں ملے گا

سنہری ہے اس باغ کی ڈالی ڈالی
فدا اس کے برگ و ثمر پر زمر

نثار اس کے گلہائے تر پر لالی
نہیں اس کو کچھ خوف دور خزاں کا

نہیں اس کو اندیشہ خشک سالی
چھڑکتی ہیں آپ حیات اس پہ حوریں

فرشتے ہیں اس باغ طیب کے مالی
یہ ارشاد سن کر نہ پگھلا ذرا وہ

گوارا نہ تھا اس کو نقصان مالی

وہاں اک صحابی بھی حاضر تھے جن کو
محبت تھی پیارے نبیؐ سے مثالی
یہ نظارہ دیکھا نہ جاتا تھا ان سے
کہ رنجیدہ خاطر تھا محبوبؐ عالی
رضا جوئے مولاً تھے اور اس کی صورت
خود ایثار سے کام لے کر نکالی
”مرا باغ لے لے، اسے باغ دے دے“

یہ اس سے کہا اور بگڑی بنا لی
وہ لڑکا ہوا باغ باغ اپنے دل میں
کسی کے کرم سے مراد اپنی پالی
یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتم الانبیاء کے

(۲۳)

پرستارِ ان ربّ کعبہ کی حق پرستی

مسلمان کا سر اور درِ این و آل پر؟
وہ جھکتا ہے اللہ کے آستان پر
وہ کردار و گفتار دونوں کا غازی
صداقت ہے دل میں، صداقت زباں پر
جو ہو آخرت کے عوض اس کو حاصل
وہ کرتا نہیں تف بھی اس عزّ و شام پر
اگر یہ ضروری ہو راہِ خدا میں
وہ مرد خدا کھیل سکتا ہے جاں پر

کروں تذکرہ کس طرح کربلا کا
قلم کانپ جاتا ہے اس داستان پر
فلک بھی نہ رکھتا روا وہ مظالم
شہنشاہِ کونین کے خاندان پر

مگر سربلندی نے آواز دی تھی
کہ شبیر کا سر رہے گا سناں پر
دمشق اور کوفہ کے وہ دو ستارے
جو روشن ہوئے علم کے آسماں پر

پسند آئی دونوں کو محبس کی ظلمت
کہ ترجیح دی نورِ ایماں کو جاں پر
کوئی وقت تھا وہ بھی بن تیمیہ کا
اثر ان کا تھا وقت کے حکم پر
مگر آہ اے راستی و دلیری!
گراں کس قدر تم ہو اہل جہاں پر
دم واپس تک در ہر فراغت
رہا بند قرآن کے اس ترجمہاں پر
برستے تھے نعمان پر تازیانے
عتاب خلافت تھا اک ناتواں پر
وہ جکڑے گئے طوق و زنجیر سے بھی
یہ زیور تھے گویا تن خونچکاں پر

گوارا نہ تھا آپ کو ننگِ خدمت
سزائے بھی سکتی تھی گو ایک ”ہاں“ پر

نہیں خوفِ آتشِ براہیموں کو
وہ ہنستے ہیں نمود کے امتحاں پر
نظر ان کی ہے ان شراروں کے پیچھے
ہماروں کے پوشیدہ اک کارواں پر
یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتمِ الانبیا کے

(۲۴)

فرمانروایانِ اسلام کی عدیم النظیر عمارتیں

فضاؤں میں اب تک جو لہرا رہا ہے
علم وہ غریبوں کا گاڑا ہوا ہے

ہوئے بحر و بر جس کی موجوں سے روشن

وہ سرچشمہ نورِ غارِ حرا ہے

جسے نہ فلک آج کرتے ہیں سجدہ

یہی وہ شہستانِ شمعِ ہدیٰ ہے

یہاں خارج از بحث ہیں کلخ و ایواں

کہ ان کی فریبِ نظر پر بنا ہے

بنے جس کے در کے گدا مسند آرا

عزیز اس شہنشاہ کو بوریا ہے

مگر آہ اے میری بے فقیری

ترے دام سے کون ہے جو بچا ہے

اسیرِ طلسمِ تجملِ بالآخر

مسلمانِ آزادہ رو بھی ہوا ہے

ادب اے قلم! بڑھ نہ حد ادب سے

یہ شاہانِ اسلام کا تذکرا ہے

اگر اس سے مقصود ہو سطوتِ دین

تو شرعاً "تجمل" بھی امرِ روا ہے

جلال سلف یاد آتا ہے اس کو
کھنڈر بھی اگر کوئی اب دیکھتا ہے
دمشق اور بغداد کو رو چکے ہم
یہی حال غرناطہ و قرطبہ ہے
یہاں کل تک انگریز تھا، آج ہندو
نہ اپنی، وہ دلی، نہ وہ آگرا ہے
مگر یادگاریں ہیں باقی ہماری
اگر ان کی قسمت میں چندے بقا ہے
ازاں جملہ اک تاج ہے جو بصد شاں
بنا ہائے عالم کے سر پر کھڑا ہے
ہزاروں محل اور بھی تھے ہمارے
اٹھا کر انہیں آسماں لے گیا ہے
وہ فردوس منظر قصور و مساجد
تواریخ میں جن کا نقشہ کھنچا ہے
جنہیں دیکھ کر ایک دنیا نے مانا
کہ یہ دست کاری نہیں معجزا ہے
کہاں آج یورپ میں حمرا و زہرا
دکھا دے کوئی تاج اگر دوسرا ہے
مسلمان کو ہر بات میں ہے تفوق
کسی بات میں کب وہ پیچھے رہا ہے
یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتم الانبیا کے

(۲۵)

اسلام کا مستقبل

ہمیں آسماں آزماتا رہے گا
ستاتا رہا ہے ستاتا رہے گا
مسلمان کہ ڈرتا نہیں امتحان سے
بصد شوق میدان میں آتا رہے گا
اسے حق نے بخشا ہے بازوئے حیدر
حریفوں کو نیچا دکھاتا رہے گا
وہ تنہا ہے بارِ امانت کا حامل
پہاڑ اپنے سر پر اٹھاتا رہے گا
وہ تیروں کی بارش میں تیغوں کی زد میں
نمازیں پڑھے گا پڑھاتا رہے گا
وہ تاریخِ اسلاف کے ہر ورق کو
سرِ منظرِ عام لاتا رہے گا
ابھی نامکمل ہے تطہیرِ عالم
جہاں اس کے خون میں نہاتا رہے گا
وہ ہر کربلا میں گیا آپ چل کر
وہ ہر کربلا کو بلاتا رہے گا
مگر دینِ قیم کو کرب و بلا سے
خدائے محمدؐ بچاتا رہے گا

سراپردہ غیب سے ہر مہم میں
 کوئی مرد جاں باز آتا رہے گا
 جو تاتاریوں کو حرم کا محافظ
 بناتا رہا ہے بناتا رہے گا
 کوئی کیا بجھائے گا پھونکوں سے اس کو
 چراغ خدا جگمگاتا رہے گا
 اذانوں سے خالی نہ ہوں گی فضائیں
 سپر کہن تھر تھراتا رہے گا
 بقا طارم نیل گوں کو ہے جب تک
 ہلال اپنا پرچم اڑاتا رہے گا
 صلیب اپنی قوت پہ اترا رہی ہے
 غرور اس کا دو دن میں جاتا رہے گا
 اگر سومنات آج پھر جی اٹھا ہے
 تو غزنی سے محمود آتا رہے گا
 نمودار ہوتے رہیں گے وہ جلوے
 کہ ہر ذرہ تا حشر گاتا رہے گا
 یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے
 یہ ہیں معجزے خاتم الانبیا کے

(۲۶)

مجاہدین مشرق کا جنگی ترانہ

(۱)

”اندھیرے میں ڈوبی ہوئی سرزمین سے
بلاوے ہمیں دمبدم آ رہے ہیں
تجھے اے زمام کی نپاک دنیا!
دکھانے کو راہ عدم آ رہے ہیں
حذر اے کلیسا کے عشرت پرستو
کہ جاں دادگانِ حرم آ رہے ہیں
حذر اے فرنگی! کہ افریشیا میں
الٹ کر بساطِ امم آ رہے ہیں
ملی خاک میں روم کی سالمیت
مٹا کر غورِ عجم آ رہے ہیں
حذر اے ملوکِ سیہ مستِ مغرب!
تمہاری قضا بن کے ہم آ رہے ہیں
قضا کو بھی جو چھوڑ دیتے ہیں پیچھے
برہاتے ہوئے وہ قدم آ رہے ہیں
فضائیں جسے دے رہی ہیں سلامی
اڑاتے ہوئے وہ علم آ رہے ہیں

گراتی ہے جو بجلیاں بحر و بر پر
اٹھا کر وہ تیغ دو دم آ رہے ہیں
اڑیں گے پرستار باطل کے پرزے
کہ ہم لے کے حق کی قسم آ رہے ہیں“

(۲)

یہ نظارہ اقوام عالم نے دیکھا
کہ صحرا نشین آج کشور کشا ہے
سلیمان ہے اے شہسوار عرب! تو
ترا تو سن بادِ پا معجزا ہے
لگا دی ملائک نے کیا ایڑ اس کو
کبھی پاؤں سطح زمیں پر رکھا ہے؟
ہوا اپنی تاریخ دہرا رہی ہے
فضاؤں میں تخت رواں اڑ رہا ہے
سلیمان ہے تو اور پری تیرا مرکب
کہ وہ قاف سے قاف تک دوڑتا ہے
تری تیغ سے زلزلے کانپتے ہیں
اقالیم میں شور محشر بپا ہے
سلاطین نے ایواں دیئے کر کے خالی
مگر روز و شب تیرا مسکن نیا ہے

نہ دریا کے دامن میں لیٹا ہے دم بھر
نہ صحرا کے دامن میں تو سو سکا ہے
ابھی موجِ دجلہ سے تو کھیلتا تھا
ابھی دوشِ جبرائیل پر کھڑا ہے
پری نیز کی چوٹیوں نے صدا دی
اگر ارضِ مشرق میں دم بھر رکا ہے
مگر اے مجاہد! ترا ساز و سماں
فتوحات سے بڑھ کے حیرت فرا ہے
ترا حصہ مالِ غنیمت میں شاید
یہ نمدہ کا کرتا ہے یا بویا ہے
نہ سر پر ترے کوئی تاجِ مرصع
نہ ہاتھوں میں تیرے جڑاؤ عصا ہے
نہ ملبوس زرمار کا زوق تجھ کو
نہ شوقِ نمودِ کلاہ و قبا ہے
نہ خیمہ سنہری روپہری ہے تیرا
نہ قالین سرِ فرش کوئی بچھا ہے
ترے سامنے ہے حریفِ مبارز
جو اسپین کا آج فرماں روا ہے
ذرا دیکھ تو اس کے تختِ رواں کو
جواہر نگار اس کا ہر حاشیا ہے
ذرا دیکھ تو اس کے چترِ شہی کو
جواہر کی سمٹی ہوئی اک گھٹا ہے

جواہر کے سایہ میں تیغ آزمائی
 یہ سایہ مگر اس کو ظلِّ ہما ہے
 ذرا دیکھ سالارِ افواج کو بھی
 جواہر میں سر تا قدم جو چھپا ہے
 نظر ڈال پھر اس کے ہر تیغ زن پر
 جو میدان میں طاؤس بن کر کھڑا ہے
 مرصع ہے تلوار تک لشکری کی
 جواہر کا طوفان اٹھا ہوا ہے
 خدا جانے مغرب میں کیونکر اٹھا کے
 یمن اور بدخشاں کو لایا گیا ہے
 مگر اے زباں رک کہ پیغام کوئی
 سراپورہ غیب سے گونجتا ہے
 ”ابھی دیکھ لو گے یہ سارا خزانہ
 تمہارے مجاہد کو بخشا گیا ہے
 مگر خود نمائی پہ راضی نہ ہوگا
 مسلمان کہ آئینہ حق نما ہے!“

شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں

نذرِ گوہریں

تم کو شبِ الست کا بدر لدجی کہوں

یا صبحِ کائنات کا شمسِ الضحیٰ کہوں

یا مہبطِ تجلی بے ابتدا کہوں

یا مصدرِ سعادتِ لا انتہا کہوں

یا ماہِ نیم ماہِ جہانِ صفا کہوں

یا مہرِ نیم روزِ سپہرِ ہدیٰ کہوں

یا آب و رنگِ پیکرِ صبح و مسا کہوں

یا رنگ و نورِ محفلِ ارض و سما کہوں

یا نقشِ لاجوابِ دبیرِ قضا کہوں

یا شاہکارِ موقلمِ کبریا کہوں

یا شہریارِ مملکتِ انبیاء کہوں

یا تاجدارِ سلطنتِ دوسرا کہوں

یا افتخارِ مسندِ مجد و علا کہوں

یا منظرِ جلال و جمالِ خدا کہوں

تم کو بہارِ گل کدہٗ اصطفیٰ کہوں
یا زیب و زینتِ چمنِ انقا کہوں
یا کوثرِ مواہب و لطف و عطا کہوں
یا سلسبیلِ صافیءِ آبِ بقا کہوں

روشن ہوں جس سے دل وہ تمہاری ثنا کہوں
گو ناطقہ ہے سرِ بگریاں کہ کیا کہوں
ظاہر کا وہ جمال کہ نامِ خدا کہوں
باطن کا وہ کمال کہ صلِّ علی کہوں

تم کو حریمِ غیب کا پردہ کشا کہوں
یا عالمِ ظہور کا فرماں روا کہوں
مہمانِ عرش و گوشہ نشینِ حرا کہوں
وانائے کابلِ سبلِ ارتقا کہوں
ہر منزلِ رفیع کا جاوہ نما کہوں
معمارِ قصرِ حکمت و فکرِ رسا کہوں
انوارِ علم و فضل کا خانہ خدا کہوں
سالارِ غازیانِ نبوہ آزما کہوں

سروارِ ساجدینِ ملائک ادا کہوں
کملی میں ایک فاتحِ عالم کشا کہوں

مشرق کے متقی کو تمہاری ضیا کہوں
مغرب کے فلسفی کو تمہارا گدا کہوں
جس خاک سے حضور اٹھے، اس کو کیا کہوں

اس خاکِ سربلند کو ام القریٰ کہوں

یا سرزمینِ طاہرِ دارالصفاء کہوں

یا جلوہ گاہِ خاصِ ابوالانبیاء کہوں

پھر خوابگاہِ ناز کی کیوں کر ثنا کہوں

وہ خاکِ تابناک جسے کیمیا کہوں

یا ارضِ شرق و غرب کا دارالقضاء کہوں

یا پردہٴ ازل کی تجلی سرا کہوں

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

ہوائی

اور

تعلیمات

فرہنگ

موضوع نمبر ۱

- ۱- پرستار - غلام یا کنیز
- ۲- ماسوا - جو کچھ ذات حق تعالیٰ کے سوا ہے - غیر اللہ - تمام مخلوقات و موجودات -
- ۳- انا رب الاعلیٰ - میں رب اعلیٰ ہوں -
- ۴- قرنہما قرن - صدیاں
- ۵- خدا آفریں - خدا کو (نعوذ باللہ) پیدا کرنے والا -
- ۶- کلیسا - عیسائیوں کی پرستش گاہ -
- ۷- جنود - لشکر ہا (جند کی جمع)
- ۸- تثلیث - عیسائی تین خدا مانتے ہیں -
- ۹- کثرت - جھوٹے اور فرضی خداؤں کی کثرت - بت پرستوں کے دیوتا یا خدا کروڑوں کی تعداد میں ہیں -
- ۱۰- وحدت - یہ ایمان کہ خدا ایک ہے -

موضوع نمبر ۲

- عجم - عرب کے سوا ہر ملک خصوصاً ایران و توران - عجم کے معنی ہیں گنگ و کند زبان -
- ۲- مرتسم - منقوش -
- ۳- ارض حرم - کعبہ کی زمین - مکہ معظمہ -
- ۴- اب و عم - باپ اور چچا -
- ۵- مولد - ولادت گاہ -
- ۶- امم - امتیں - ملتیں
- ۷- جمیل الثیم - صاحب عادات جمیلہ - شیم (شیمہ کی جمع - معنی عادات)
- ۸- دار القضا - عدالت گاہ - عدالت عالیہ
- ۹- پرویز و جم - خسرو پرویز - ایران کا ایک شہنشاہ - جم - جمشید (شاہ ایران) کا مخفف -
- ۱۰- فاروق - حضرت عمرؓ خلیفہ دوم

۱۱- خالد - سیف اللہ - حضرت خالد بن ولید

موضوع نمبر ۳

۱- نصر من اللہ - خدا کی طرف سے فتح و نصرت۔

۲- جنو و ملائک - فرشتوں کے لشکر

۳- پری نیز و اطلس - اطلس و پرنیاں - اول الذکر دو پہاڑوں کے نام ہیں۔ پرنیاں و اطلس دو ریشمی کپڑے - پرنیاں منقش حریر (ریشم چینی) اطلس - ریشمی کپڑا۔ جو اکثر منقش نہیں ہوتا۔ فلک نہم کو بھی اطلس کہتے ہیں کہ وہاں ستارے نہیں ہوتے۔ گویا اطلس پہاڑ کا نام بھی ہے۔ ریشم کے ایک قسم کے کپڑے کا نام بھی اور آسمان نہم کا نام بھی۔

پرنیاں اور اطلس کی رعایت سے پری نیز اور اطلس پہاڑوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ غازیان اسلام کی خفیف ٹھوکر سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے تھے اور ان پر رانی بھی ہنستی تھی۔ گویا وہ پرنیاں اور اطلس کے پردے تھے پہاڑ نہ تھے۔

مسلمانوں نے پری نیز کے دروں کو عبور کیا تھا اور فرانس کے دار الخلافہ پیرس کی سمت بڑھے تھے۔

۴- مدائن - عراق عرب میں ایک شہر جو نوشیرواں کا تخت گاہ تھا۔ مسلمانوں نے فتح کر لیا تھا۔

۵ - قرطبہ - سپین و اندلس کا دار الخلافہ - اسلامی عہد حکومت میں قرطبہ دنیا کا سب سے زیادہ خوبصورت اور بارونق شہر تھا۔

۶ - طنجہ - شمالی افریقہ کا ایک شہر۔

۷ - کاشغر - توران کا ایک شہر۔ مابین توران و ترکستان و چین۔

۸ - بربر - ایک ملک، حبشہ کی طرف جہاں لوگ سبزہ رنگ ہیں (افریقہ کے شمالی حصہ میں)

۹ - ترکمان - ترکوں کی ایک قوم۔

موضوع نمبر ۴

۱- فروغ - رونق - روشنی

۲- گریزاں تھا - بھاگ گیا تھا - متنفر تھا۔

۳- بیت الحزن - غم خانہ - رنج و ملال کا گھر۔

۴- ظلمت کدہ - سیاہ خانہ۔

۵- پیغامِ قم۔ ”قم“ (اٹھ کھڑا ہو) کہہ کر حضرت عیسیٰ مردوں کو زندہ کر دیتے تھے۔

۶- بزن۔ مارا اور قتل کر۔ ”بزن“ کہہ کر نادر شاہ نے دلی میں قتل عام کا حکم دیا تھا۔

۷- رب زدنی علما۔ یارب میرے علم کو ترقی دے۔

۸- اندھیرا وطن۔ یورپ کے تمام ملک اندھیرے میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اسلامی حکومت اندلس میں

علم و فن کی روشنی تھی۔ قرطبہ کے دارالعلوم میں آ کر یورپ کے لوگوں نے علم حاصل کیا۔ لے

بان ایک فرانسیسی مورخ لکھتا ہے : ”اہل عرب نے چین میں دارالعلوم قائم کیے جو مدتوں یورپ

میں علم کا نور پھیلاتے رہے۔“ یورپ کے اندھیرے میں یہ دارالعلوم آب حیات تھے۔ چشمہ آب

حیات کے متعلق خیال کیا جاتا ہے کہ وہ تاریکی میں ہے۔

۹- علوم ادق، مشکل علوم ریاضی، ہیئت، فلسفہ، طب، کیمسٹری وغیرہ۔

موضوع نمبر ۵

۱- سلرنو۔ نیپلز کے قریب سلرنو کے شہر میں اہل عرب نے یورپ کا یہ پہلا طبی مدرسہ آٹھویں

صدی میں قائم کیا۔ اس مدرسہ نے مورخ گبن کے الفاظ میں ”اٹلی اور یورپ میں طب کے اصولوں

کو زندہ کیا۔“

۲- بغداد۔ خلفائے بنی عباس کا دار الخلافہ تھا۔ ان خلیفوں کا دور رسد گاہوں ایجادوں اور ترجموں کے

لیے مشہور ہے۔ اس زمانہ میں فلسفہ، نجوم، ہندسہ، فلکیات، طب، طبیعیات وغیرہ علوم کو بہت فروغ

حاصل ہوا۔

۳- قرطبہ۔ اس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔

۴- سلی (سقلیہ) بارہویں صدی تک اسلامی تہذیب و تمدن کا گوارہ تھا۔ رابرٹ برنالٹ اپنی کتاب

”ارتقائے انسانی“ میں لکھتا ہے ”مسلمانوں کے عہد حکومت کے بعد یہاں عیسائی حکمران ایک عرصہ

تک اسلامی طور و طریق اختیار کیے رہے۔ تمدن اسلام کا اثر یورپ پر سب سے زیادہ فریڈرک دوم

کے زمانہ میں پڑا۔ اس نے اسلامی تمدن کو اختیار کیا اور پھر اس کو پھیلانے کی انتھک کوشش کی۔“

۵- کیا زندہ یونان کے فلسفہ کو۔ کتاب ”نوع انسان کی کہانی“ مصنفہ وان ہنڈرک لون میں لکھا ہے :

”ارسطو کی تصانیف بہت چکر کاٹ کر یورپ پہنچیں۔ پہلے یونان سے سکندریہ گئیں۔ پھر جب

مسلمانوں نے ساتویں صدی میں مصر کو فتح کر لیا تو وہاں سے مسلم افواج کے ساتھ ہسپانیہ پہنچیں،

جہاں ارسطو کا فلسفہ قرطبہ کی یونیورسٹی میں شامل ہوا۔ پھر جب عیسائی طلبہ اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی

غرض سے ہسپانیہ پہنچے تو انہوں نے عربی نسخہ کا ترجمہ لاطینی میں کیا۔ ہوتے ہوتے یہ مشہور کتابیں شمال مغربی یورپ کی درسگاہوں میں پڑھائی جانے لگیں۔“

۶۔ ابو نصر فارابی۔ اسلام کا بے نظیر فلسفی مانا گیا ہے۔ ارسطو کو معلم اول کہتے ہیں اور ابو نصر کو معلم ثانی۔ اس نے تقریباً ”ساٹھ کتابیں لکھیں۔ اہل یونان اور اہل عرب کے تمام علوم میں اس نے کتابیں تحریر کیں۔ ماورالنہر کے ایک شہر فاراب کا باشندہ تھا۔ یہ نامور حکیم باغبان تھا اور راتوں کو پاسبانوں کی روشنی میں کتابوں کا مطالعہ کرتا تھا۔ دمشق میں ۳۳۹ھ میں وفات پائی۔

۷۔ ابن سینا۔ آج کل یورپ کی جس طب کا چرچا ہے اس کا بانی ابن سینا تھا۔ انگلستان کا مشہور مستشرق پروفیسر براؤن اپنی کتاب ”تاریخ ادبیات ایران“ میں ابن سینا کو ”یورپ کا استاد جلیل“ (The Great Teacher of Europe) لکھتا ہے۔ اس کی تصانیف مختلف علوم میں چالیس ہیں۔ ۱۰۳۷ء میں فوت ہوا۔

۸۔ ابن رشد (۱۱۲۶-۱۱۹۸ء) علامہ شبلی لکھتے ہیں :

”پروفیسر رینان نے ۴۰۰ صفحوں میں ایک کتاب لکھی ہے، جس میں اس نے بیان کیا ہے کہ جرمنی اور فرانس میں کئی سو برس تک خاص ابن رشد کا فلسفہ جاری رہا اور وہاں بہت سے فریقے پیدا ہو گئے جو اپنے تئیں بجائے ارسطو اور افلاطون کے ابن رشد کی طرف منسوب کرتے تھے۔“

یہ شخص اندلس کے دار الخلافہ قرطبہ کی خاک سے اٹھا اور علم و دانش کے آسمان پر آفتاب بن کر چمکا۔

۹۔ امام غزالی۔ محمد نام۔ حجتہ الاسلام لقب۔ غزالی عرف۔ خراسان کے اضلاع میں ایک ضلع کا نام طوس ہے۔ اس میں ایک شہر کا نام طاہران ہے۔ اس میں امام صاحب ۳۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ علم و فضل میں وہ نام پیدا کیا کہ دنیا بھر کے مسلمان آج تک ناز کرتے ہیں۔ ایک بہت بڑے عالم السیوطی کہتے ہیں۔ ”اگر آں حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی ہو سکتا تو الغزالی ہی وہ نبی ہوتا۔“

۱۰۔ ابن یونس اور البتانی۔ ڈاکٹر ڈریپر (۱۸۱۱-۱۸۸۲ء) اپنی شہرہ آفاق کتاب ”معرکہ مذہب و سائنس“ میں لکھتا ہے :

”یورپ میں اول اول جو رصد گاہ قائم ہوئی وہ مسلمانوں ہی کی بنائی ہوئی تھی۔ اجرام فلکی کی نقل و حرکت کے متعلق ان کی باریک بینی و دقیقہ سنجی کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ زمانہ حال کے قابل سے قابل مہندسوں نے ان کے رصدی نتائج سے استناد کیا ہے۔ مثلاً لیبلس اپنی کتاب ”نظام

عالم میں البتانی کے مشاہدات کی سند اس امر کے قطعی ثبوت کے طور پر پیش کرتا ہے کہ مرکز آفتاب اور مرکز مدار ارض کا درمیانی فاصلہ کم ہوتا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ مسئلہ اعوجاج طریق الشمس اور مشتری اور زحل کے عدم مساوات ہائے اکبر کے مسائل پر بحث کرتے ہوئے ابن یونس کے مترتبہ نتائج سے مدد لیتا ہے۔

ابن یونس ۱۰۰۹ء میں مرگیا۔ پنڈلم (رقاص) کا موجد تھا۔

البتانی حران کا رہنے والا تھا۔ ۳۱۷ھ مطابق ۹۲۹ء میں مرگیا۔ اس نے ستاروں کے نقشے اور زینج بنائے جن سے یورپ میں علم ہیئت کی ترویج ہوئی۔ علم ریاضی کی تاریخ میں سائن اور کوسائن کو داخل کرنے کا سرا اسی کے سر ہے۔

موضوع نمبر ۷

- ۱۔ حصن حصین۔ مضبوط قلعہ۔
- ۲۔ دیمیم۔ تاج۔
- ۳۔ الفقر فخری۔ فقر میرا فخر ہے۔

موضوع نمبر ۸

- ۱۔ تعبد۔ غلامی
- ۲۔ مملوک۔ غلام اور کنیز۔
- ۳۔ حبش کا غلام۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔
- ۴۔ مزدور خدا کا پیارا۔ الکاسب حبیب اللہ (ارشاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

موضوع نمبر ۹

- ۱۔ لالی۔ موتی (لولو کی جمع)
- ۲۔ بساط کهن۔ پرانا فرش۔
- ۳۔ آمنو۔ آمنو باللہ (خدا پر ایمان لاؤ)
- ۴۔ ہوا الحق۔ وہ خدائے برحق ہے۔
- ۵۔ قاتلوا۔۔۔ قاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا (اللہ کی راہ میں لڑو ان لوگوں سے جو تم سے لڑیں اور حد سے مت بڑھو) البقرہ۔ ۱۹۰

۶- احسنوا۔۔۔ "احسنوا ان اللہ یحب المحسنین (نیکی کرو، یقیناً اللہ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے)۔ البقرہ۔ ۱۹۵

۷- وار کعوا۔۔۔ "وار کعوا مع الراکعین" (رکوع کرنے والوں کے ساتھ جھکو) البقرہ۔ ۲۳

۸- ادانی و اعالی۔ ادنی لوگ اور بلند مرتبہ لوگ۔

۹- و ذکر و اذکر و انعمت اللہ علیکم اذ کنتم اعداء فالق بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا (تم پر جو اللہ تعالیٰ کا انعام ہے، اس کو یاد کرو جب کہ تم دشمن تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے تمہارے قلوب میں الفت ڈالی سو تم خدا تعالیٰ کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے) آل عمران ۱۰۳۔

۱۰- ان الارض۔۔۔ ان الارض یرثها عبادی الصالحون (روئے زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے) الانبیاء۔ ۱۰۵

۱۱- انظروا۔۔۔ "قل انظروا ماذا فی السموات والارض" آسمانوں اور زمین کے اندر کی سب چیزوں کو دیکھو کہ وہ کیا ہیں۔

قل سیروا فی الارض فانظرو کیف بدأ الخلق (کہہ دو کہ زمین میں چل پھر کر دیکھو کہ خدا کس طرح خلق کی پیدائش کی ابتدا کرتا ہے) العنکبوت۔ ۲۰

۱۲- الہی و طبیعی۔ حکمت کی تین قسمیں شمار کی جاتی ہیں۔ ریاضی۔ طبیعی۔ الہی۔ طبیعی یا طبیعیات وہ علم ہے جس میں مادہ کی ظاہری حالت، قوت اور عمل پر بحث کی جاتی ہے۔ الہی یا الہیات میں مادہ سے سروکار نہیں ہوتا بلکہ غیر مادی قوتوں پر بحث کی جاتی ہے۔ مثلاً "خداوند تعالیٰ کی معرفت وغیرہ۔"

۱۳- بیکن۔۔۔ فرانس بیکن۔ ۲۲۔ جنوری ۱۵۶۱ء۔ ۹ اپریل ۱۶۲۶ء۔ ایک انگریز جس نے ۱۶۲۰ء میں ایک کتاب نووم آرگینم (Novum Organum) شائع کی جس کی بنا پر اس کو ابو العلوم یعنی

"Father of Sciences" کہا جاتا ہے۔ خودیہ شخص کسی ایک سائنس کا موجد نہیں ہوا لیکن اہل مغرب سمجھتے ہیں کہ اس نے تمام علوم کی راہیں کھول دی ہیں۔ ان کے قول کے مطابق اس نے ارسطو کے فلسفہ کے خلاف علم بغاوت بلند کیا اور اس بات پر زور دیا کہ تجربہ اور مشاہدہ پر علم کی بنیاد رکھی جائے نہ کہ تہماد لائل پر۔ ڈاکٹر گیسٹو لے بان اپنی کتاب "تمدن عرب" میں لکھتا ہے :

"سب سے پہلے یہ ماننا پڑتا ہے کہ تجربہ اور مشاہدہ کے جس تصور پر نئے علوم کی بنیاد رکھی گئی ہے اس کے لیے ہم اہل عرب کے شکر گزار ہیں نہ کہ بیکن کے جس سے عموماً اس کو منسوب کیا جاتا

ہے۔“

قرآن مجید میں تجربہ، مشاہدہ، تفکر و تدبیر کی تعلیم بار بار دی گئی ہے۔

موضوع نمبر ۱۰

جبریل سیما۔ سیما مجازا“ پیشانی۔

موضوع نمبر ۱۱

۱۔ ہفت پر کار۔ مرکز کی مناسبت سے ہفت کشور کو ہفت پر کار کہا گیا ہے۔

۲۔ مواخات اقوام۔ اقوام میں برادرانہ تعلقات قائم ہو گئے۔

۳۔ امصار۔ مصر (شہر) کی جمع۔

موضوع نمبر ۱۲

جاء الاعمی (القرآن۔ سورہ عبس) ایک دن مکہ معظمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبلیغ فرما

رہے تھے۔ قریش کے بڑے بڑے رؤسا موجود تھے۔ ایک نابینا مسلمان عبداللہ بن ام مکتوم بھی آکر

بیٹھ گئے اور کچھ پوچھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم توجہ نہ فرما سکے۔ وحی الہی نے تنبیہ کی جو ان

الفاظ سے شروع ہوتی ہے۔ عبس و تولى ان جاءه الاعمى (تیوری چڑھائی اور منہ پھیرا کہ وہ

اندھا آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس معذور صحابی کی عزت افزائی کی کہ ان کا ذکر وحی الہی میں اتر۔

۲۔ در ہر ضعیفہ۔ برادر ہر پیرزن رفتے رسول کن دعائے تاشود احمد قبول۔۔۔ ہر ضعیفہ کے

دروازے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جا کر کہتے تھے کہ دعا کر خدا مجھے شرف قبول عطا فرمائے۔

۳۔ محنت کے سر پر اک اور آسماں۔ آسماں کو ظالم کہا جاتا ہے۔ مزدور کے سر پر سرمایہ داری کا

دوسرا آسماں بھی موجود ہے۔

موضوع نمبر ۱۳

۱۔ عمر گھر سے تلوار لے کر نکلے تھے۔ ان کے خاندان میں ایک کینز نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ عمر کو

غصہ آیا۔ تلوار کمر سے لگائے سیدھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے۔ راہ میں ایک

شخص مل گئے۔ انہوں نے کہا، پہلے اپنے گھر کی خبر لو۔ خود تمہاری بہن اور بہنوئی اسلام لاپکے ہیں۔

بہن کے ہاں پہنچے۔ وہ قرآن پڑھ رہی تھی۔ بہنوئی سے دست و گریہاں ہو گئے۔ بہن کو بھی زخمی کیا۔

ان کی زبان سے نکلا کہ عمر جو بن آئے، کرو۔ اب اسلام دل سے نہیں نکل سکتا۔ بہن کے بدن سے خون جاری تھا۔ عمر پشیمان ہوئے اور کہا کہ تم لوگ جو کچھ پڑھ رہے تھے مجھ کو بھی سناؤ۔ انہوں نے قرآن کے اجزاء سامنے لا کر رکھ دیئے۔ دیکھا تو یہ سورت تھی : سبح لله ما فی السموات والارض وهو العزيز الحکیم۔ (الحدید-۱)

ایک ایک لفظ پر دل مرعوب ہوا اور جب اس آیت پر پہنچے امنوا باللہ ورسولہ بے اختیار کلمہ شہادت پڑھا اور آستانہ اقدس پر پہنچ کر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

۲ - حضرت خالد بن ولید۔ ان کی شجاعت اور سرفروشی کے کارناموں سے تاریخ اسلام کے اوراق جگمگاتے ہیں۔ حضور اقدس و اعلیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو سیف اللہ کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ جنگ احد میں مسلمانوں سے لڑے تھے۔

۳ - وحشی۔ غزوہ احد میں اس نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت امیر حمزہؓ کو شہید کیا۔ حضرت امیر حمزہ کا مثلہ کیا گیا یعنی ناک اور کان کاٹ ڈالے گئے۔ وحشی بعد میں مسلمان ہو گیا۔

۴ - عروہ۔ صلح حدیبیہ ۶ ہجری میں ہوئی تھی۔ قریش کے سردار یکے بعد دیگرے حدیبیہ میں حاضر ہوئے۔ عروہ بن مسعود قریش کی جانب سے آیا تھا۔ قریش کا یہ سفیر چند سال کے بعد مسلمان ہو گیا اور اپنی قوم میں تبلیغ اسلام کے لیے سفیر بن کر گیا۔

۵ - طائف کا سردار۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ طائف پر تبلیغ کے لیے تشریف لے گئے تو عبد یلیل ثقفی نے لڑکوں، غلاموں اور اوباشوں کو حضور پر پتھر کیچڑ بھینکنے کے لیے مقرر کیا تھا۔ لیکن چند سال کے بعد (مع پنج سرداران دیگر) مدینہ میں حاضر ہوتا ایمان لاتا اور اپنی قوم میں مبلغ بن کر جاتا ہے اور تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو جاتا ہے۔

موضوع نمبر ۱۴

۱ - لیکچرز آن ہیروز کا مصنف کارلائل (۱۷۹۵-۱۸۸۱ء) کہتا ہے :
”اسلام کا آنا عرب کی قوم کے حق میں گویا تاریکی میں روشنی کا آنا تھا۔ عرب اول اول اس کے ذریعے زندہ ہوا۔ اہل عرب گلہ بانوں کی غریب قوم تھے اور جب سے دنیا بنی ہے، عرب کے چٹیل میدانوں میں پھرا کرتے تھے اور کسی شخص کو ان کا کوئی خیال بھی نہ تھا۔ اس قوم میں ایک اولوالعزم پیغمبر ایک ایسے کلام کے ساتھ جس پر وہ یقین کرتے تھے، بھیجا گیا۔“

اب خدا کی قدرت دیکھو جس چیز سے کوئی واقف ہی نہ تھا، وہ تمام دنیا میں مشہور و معروف ہو گئی۔ اور چھوٹی چیز نہایت بڑی بن گئی۔ ایک چنگاری ایسے ملک میں پڑی جو ظلمت میں چھپا ہوا ریگستان تھا مگر خدا کی قدرت! اس نے زور شور سے اڑ جانے والے بارود کی طرح نیلے آسمان تک اٹھتے ہوئے شعلوں کے ذریعے دنیا کو روشن کر دیا

۲۔ آر نلڈ۔ پروفیسر سر ٹامس واکر (۱۸۳۶-۱۹۳۰ء) اس انگریز نے سیکڑوں صفحوں کی ایک نہایت قابل احترام کتاب لکھی ہے، جس کا نام ”The Preaching of Islam“ ہے۔ مسیحی پادری شدود سے کہتے ہیں کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا۔ سر ٹامس آر نلڈ نے حقائق و شواہد کا انبار لگا کر ثابت کیا ہے کہ یہ الزام قطعاً غلط ہے اور سفید جھوٹ۔ فاضل مصنف نے دنیا کو دکھا دیا ہے کہ اسلام فقط اپنی خوبیوں اور محبوبیوں سے دنیا کے طول و عرض میں پھیلا اور پھیل رہا ہے۔ آر نلڈ کے چند الفاظ ملاحظہ ہوں :

”واعیان اسلام جب بنگالہ میں پہنچے تو بیچ ذات کے ہندو اور وہاں کے اصلی باشندے جو ہندوؤں کے مذہب سے قریب قریب خارج سمجھے جاتے تھے اور اپنے آریہ سرداروں کے ہاتھوں سے طرح طرح کی ذلتیں اور اذیتیں اٹھاتے تھے، مسلمانوں کی طرف ہاتھ پھیلا کر بڑھے۔ ان لوگوں کے نزدیک اسلام ایک اوتار تھا جو ان کے لیے آکاش سے اتر اٹھا۔ وہ حکمران قوم کا مذہب تھا اور اس کے پھیلانے والے وہ باخدا لوگ تھے جو توحید اور سب انسانوں کے برابر ہونے کا مژدہ ایسی قوم کے پاس لائے تھے جس کو سب لوگ ذلیل و خوار سمجھتے تھے۔“

سر ٹامس آر نلڈ افریقہ میں اسلام کی اشاعت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”جبشی کے رنگ اور اس کی نسل نے کبھی اس کو اس کے نئے ہم مذہبوں (مسلمانوں) کی نگاہ میں حقیر نہیں ٹھہرایا۔ جشیوں کی طرف نفرت و کراہت کے ان جذبات کے نہ ہونے کی وجہ سے اسلام کو جستان میں بلاشبہ ترقی حاصل ہوئی۔ درحقیقت معلوم یہی ہوتا ہے کہ اسلام کبھی جبشی کو کمتر نہیں سمجھا۔ لیکن دنیائے مسیحیت میں بد قسمتی سے بالعموم اس کو حقیر سمجھا گیا۔ افریقہ میں ایک عیسائی مبلغ نے ایک جبشی عورت سے شادی کر لی۔ اس کے خلاف غیظ و غضب کا ایسا طوفان برپا ہوا کہ اس کو نو آبادی چھوڑنی پڑی۔ مسلمان مبلغ کو اس قسم کی صعوبتوں کا سامنا نہیں کرنا پڑتا“

ترکوں نے ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ کو فتح کر لیا۔ آر نلڈ صاحب لکھتے ہیں :

”اس زمانہ کے مسیحی معاشرہ میں بہت سی کراہت آفریں خرابیاں موجود تھیں۔ لیکن ترکوں کی سیرت اور زندگی میں بہت دل کشی تھی۔ کلیسائے مسیحی کے قائدین اور معلمین کے مقابلہ میں ابتدائی آل

عثمان کی برتری و فضیلت ان پرہیزگار قلوب پر قدرتی طور پر اثر انداز ہوتی ہے جو یونانی کلیسیائیوں کے حرص و آز اور بد اطواری و بد اخلاقی سے بیزار تھے۔ مسیحی مصنف ان ترکوں کی حرارت دینی، جوش مذہبی، احکام دین کی بجا آوری کے ذوق و شوق، ان کے لباس اور طرز زندگی کی پاکیزگی و شائستگی اور اس انداز بود و ماند کے لیے جو تصنع اور نمود و نمائش سے خالی تھا اور جو بڑے سے بڑے اور مقتدر سے مقتدر ترک کا بھی شیوہ تھا، پیہم و مسلسل تعریفیں کرتے ہیں۔ شہنشاہ لیور پولڈ اول کی سفارت دولت عثمانیہ کا واقع نگار خصوصیت کے ساتھ ترکوں کی پرہیزگاری اور پابندی نماز کی مدح و ستائش کرتا ہے۔

۳۔ مشہور مورخ ایڈورڈ گبن (۱۷۳۷-۱۷۹۳ء) اپنی کتاب ”زوال سلطنت روما“

(Decline and fall of Roman Empire) میں لکھتا ہے :

”رومی سلطنت بڑی طاقتور اور زبردست تھی۔ اپنی عظیم فتوحات کے زمانہ میں اسے بھی کبھی یہ ہمت اور حوصلہ نہیں ہوا کہ ایک دشمن سے لڑائی ختم کیے بغیر دوسرے سے آمادہ جنگ ہو۔ مگر خلیفہ اول نے محض ایمانی قوت کے زور پر روم و ایران دونوں زبردست سلطنتوں سے ایک ہی وقت میں نسبتاً نہایت قلیل فوج اور کم سامان حرب کے ساتھ لڑائی شروع کر دی۔ یہ بات حکمت عملی، سیاسی دور اندیشی اور جنگی بصیرت کے بالکل خلاف تھی مگر خلیفہ اول کا اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس قول پر کامل ایمان تھا کہ قیصر و کسریٰ کے خزانے مومنین کے ہاتھ آئیں گے۔ اور کسریٰ کا ملک اور جاہ و جلال پاش پاش ہو جائے گا۔ چنانچہ خالد بن ولید نے ادھر تو عراق فتح کر کے مدائن کے محلات کسریٰ میں زلزلہ ڈال دیا اور ادھر شام و دمشق فتح کر کے شاہ روم کا تخت ہلا دیا۔“

اسی مورخ نے ایک تصویر میں دکھایا ہے کہ ایک مسجد میں تین عرب بیٹھے ہیں اور نیچے یہ الفاظ

لکھے ہیں :

”عبرت کا مقام ہے کہ شہنشاہ ایران جیسی عظیم المرتبت شخصیت کی قسمت کا فیصلہ چند سفید ریش

عرب ایک سادہ سی مسجد میں بیٹھ کر کر رہے ہیں۔“

گبن اہل عرب کی علمی ترقی کے متعلق لکھتا ہے :

”علم کیمیا اپنے ارتقاء اور اصلیت کے لحاظ سے اہل عرب کی ایجاد ہے۔ انہوں نے سب سے پہلے

تیزاب ایجاد کیا۔ نائٹریک ایسڈ، نائٹرو ہائیڈرو کلورک ایسڈ، پوٹاش ایمونیا، نائٹریٹ آف سلور وغیرہ

کیمیائی مادے دریافت کیے۔ سلفیورک ایسڈ اور الکحل جیسی چیزیں معلوم کیں۔ یورپ میں طب کی

بنیاد ابن سینا، ابو القاسم اور الرازی کے ترجموں پر رکھی گئی۔ علم کیمیا میں انہوں نے نئے نئے مرکبات

دریافت کیے چنانچہ آج تک کئی لفظ مثلاً "الکحل (Alcohol) الکیمیا (Alchemy) الاکسیر (Elixir) شربت (Syrup) وغیرہ ہمیں اس ترقی کی یاد دلاتے ہیں جو اہل عرب نے اس علم میں کی تھی۔"

۴ - سکاٹ (اخبار الاندلس کا مصنف) لکھتا ہے

"اسی (شاہ فریڈرک دوم) نے مسلمانوں کے علم و فضل کو تمام یورپ میں پھیلا دیا۔ جو ممالک اس کے زیر نگین نہ تھے ان میں بھی تعلیمی تحریک پیدا ہو گئی۔ خوش عقیدہ لوگ اس کی آزاد خیالی سے بہت گھبراتے تھے۔۔۔ عرب فلسفی اور عرب سیاست دان پر جتنا فریڈرک کو اعتبار تھا اور اس کے جتنے گہرے تعلقات ان لوگوں سے تھے اور کسی سے نہ تھے۔۔۔"

مانٹ پلینے اور سلنو کے مدارس ایک دوسرے کے معاصر تھے۔۔۔ انہیں کی بدولت وہ یورپ جس پر ظلمت چھائی ہوئی تھی، ابن رشد کے علم فلسفہ، ابن بیطار کے علم نباتات ابو القاسم کے علم جراحی، ابن العوام کے علم خلافت اور ابن الخٹیب کے علم تاریخ سے دوچار ہوا۔۔۔ وہ اصول جو درباراً، منڈ اور فریڈرک کے فلسفیوں نے اختراع کیے وہی لارڈ، ہیوگوٹا اور پوری ٹن مذاہب کے بیخ و بنیاد قرار پائے۔

دینی اور دنیوی آزادی کی وہ برکت جن سے آج مہذب اور روشن خیال دنیا کے باشندے مستفیض ہو رہے ہیں، وہ عجیب و غریب کلیں جو انسانی محنت کو ہلکا، تکلیف کو کم رسل و رسائل میں آسانی، تجارت میں تشویق، مصنوعات میں ترقی بالجملہ نسل انسانی کی راحت کے تمام سامان مہیا کرتی ہیں، بالواسطہ نتیجہ ہیں ان فلسفیانہ تحقیقات اور سائنسیک ترقیوں کا جن کے محرک عقیدہ کے نارمن بادشاہ اور والیان پر ویش ہوئے۔

حقیقت نفس الامری یہ ہے کہ اگر یہ بادشاہ باشندگان عرب کی قابلیت اور تہذیب کو نہ دیکھتے تو ان کے خواب و خیال میں بھی یہ باتیں پیدا نہ ہوتیں۔ اس لحاظ سے یہ تمام برکت جو دنیا و مافیہا میں نظر آتی ہیں اہل عرب ہی کے طفیل میں ہیں۔ (اخبار الاندلس جلد ۳ صفحہ ۵۸، ۵۹، ۱۰۵ تا ۱۰۷)۔

۵ - ڈریپر۔ اس نامور شخص کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ شہنشاہ دو جہاں کے متعلق اس کے چند الفاظ ہزار ہا کتابوں پر بھاری ہیں۔ کہتا ہے۔

"تمام نوع انساں میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نے سب سے زیادہ نسل انسانی کو متاثر کیا ہے۔"

ہم ابن یونس اور البتانی کے حال میں ڈاکٹر ڈریپر کی چند سطور نقل کر چکے ہیں۔ ان سطور سے

پہلے وہ لکھتا ہے۔

”انہوں نے (مسلمانوں نے) سائنس کے بعض نہایت ہی اہم مسائل حل کیے۔ انہوں نے زمین کی جسمانی دریافت کی۔ ان تمام ستاروں کی فہرستیں تیار کیں جو اس حصہ آسمان پر نظر آئے جو ان کے مقابل تھا اور بڑے بڑے ستاروں کے نام رکھے جو آج تک تبدیل نہیں ہوئے۔ انہوں نے سال کی صحیح مدت کا اندازہ لگایا۔ انعطاف ضیا کو کبھی کے اصول کی تحقیق کی۔ پنڈلم (رقاص) والی گھڑی ایجاد کی۔ جن آلات سے ستاروں کی روشنی کا اندازہ کیا جاتا ہے، ان کو بہت کچھ ترقی دی۔ یہ اصول دریافت کیا کہ شعاع نور ہوا میں بشکل قوس گزرتی ہے۔ چاند اور سورج کے افق پر نظر آنے کی توجیہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ اجرام قبل از طلوع اور بعد از غروب کیوں نظر آتے ہیں۔ کہ ہوا کی بلندی کو نپا اور یہ بلندی اٹھاون میل قرار دی۔ جھٹ پٹے کی اصل کیفیت اور ستاروں کے جھلملانے کی صحیح وجہ بیان کی۔“

۶۔ کانت ہنری دی کاسٹی۔ مقالات شبلی (جلد اول) میں مرقوم ہے۔

”الاسلام“ ایک کتاب کا نام ہے جو فرانس کے نامور فاضل کانٹ ہنری دی کاسٹری نے فرنج زبان میں لکھی ہے اور جس کا ترجمہ احمد لٹچی بک زاغلول (۱۸۶۳ء - ۱۹۱۲ء) مصر کے ایک مصنف نے ۱۸۹۸ء میں شائع کیا۔ مصنف نے کتاب کا دیباچہ بھی نہایت دلچسپ لکھا ہے اور وہ یہ ہے۔

”ایک دن میں حواریں کے صوبہ میں جو زر قوم اور بحیر کے بیچ میں واقع ہے، دُشت نور تھا۔ خاندان یعقوب کے تین جوان گھوڑوں پر سوار میرے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔۔۔۔۔ سب کے آگے آگے ایک تند مزاج جوان، ایک قوی بیگلن نقرہ گھوڑے پر سوار تھا۔۔۔۔۔ یہ جوان نہایت نیچے سروں میں کچھ اشعار گاتا جاتا تھا۔۔۔۔۔ اس وقت میری عمر پچیس برس کی تھی ہم اسی حالت میں چلے جا رہے تھے کہ ہمارا شاعر دفعنہ ”چپ ہو گیا اور ذرا سخت آواز سے میری طرف مخاطب ہو کر بولا کہ جناب اب نماز عصر کا وقت آ گیا۔ اس آواز کے ساتھ تمام سوار گھوڑوں سے اتر پڑے اور صف باندھ کر کھڑے ہو گئے۔

میں جماعت سے ذرا ہٹ کر کھڑا ہو گیا اور دل میں کہتا تھا کہ زمین پھٹ جاتی تو میں سما جاتا۔ ان نوجوانوں کے شملے نماز کی مختلف حرکتوں سے کبھی بیچ کھاتے اور کبھی کھل جاتے تھے۔ وہ نہایت بلند آواز سے بار بار اللہ اکبر کہتے تھے اور یہ پر جلال آواز میرے دل پر وہ اثر کرتی تھی کہ موحدین اور متکلمین کی تحریروں نے کبھی نہیں کیا تھا۔ میرے دل پر شرم اور انفعال کا وہ اثر تھا جس کو ادا کرنے کے لیے مجھ کو کوئی لفظ نہیں ملتا۔ یہ گروہ جو ابھی میرے سامنے گردن جھکا رہا تھا صاف محسوس کرنے

لگا کہ نماز نے ان کو نعتہ ”مجھ سے بہت زیادہ معزز اور بلند مرتبہ کر دیا ہے اور اگر اس وقت میں اپنے دل کے کہنے پر چلتا تو بے ساختہ چلا اٹھتا کہ میں بھی خدا کا معترف ہوں۔ مجھ کو بھی نماز کا ادا کرنا آتا ہے۔

حقیقت میں وہ عجیب دل فریب سماں تھا۔ وہ اپنے معمولی لباس کے ساتھ کس باقاعدگی سے نماز ادا کر رہے تھے اور ان کے پہلو میں گھوڑے اس طرح چپ چاپ کھڑے تھے کہ گویا نماز کے ادا کرنے نے ان کو سرنگوں کر دیا ہے۔

اس وسیع میدان میں صرف ایک میں تھا جو تنگ فوجی لباس میں تھا جو انسان کو ٹکجنہ میں کس دیتا ہے۔ اور جس سے کسی قسم کی شان کا اظہار نہیں ہوتا۔ میری حالت سے بے دینی ٹپک رہی تھی۔ اس عبادت گزار گروہ کے آگے جو اپنے خدا کے آگے بار بار نہایت خشوع سے نماز کے فرائض اس دل سے بجالا رہا تھا جو سچائی اور ایمان سے لبریز تھا میں بالکل ایک جمادیا کتا معلوم ہوتا تھا۔

غرض جب منزل ختم ہو گئی اور میں فرودگاہ پر واپس آیا تو جو خیالات میرے دل میں آئے تھے ان کو قلم بند کرنے لگا۔ اس وقت میں محسوس کر رہا تھا کہ مجھ کو اسلام کی حلاوت اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ گویا میں نے اس سے پہلے کبھی کسی صحرا میں کسی قوم کو عبادت بجالاتے دیکھا ہی نہیں تھا۔ مجھ کو اس وقت عیسائیوں کے خیمے یاد آگئے جہاں صرف عورتوں کی پرستش کی جاتی ہے اور اس خیال سے مجھ کو یورپ کی بددینی پر غصہ آ گیا۔

۷ - برنارڈ شا (۱۸۵۶-۱۹۵۰ء) کہتا ہے :

”میں نہایت وثوق کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ بشریت اور انسانیت کا نجات و ہندہ اگر کوئی دین ہو سکتا ہے تو وہ دین اسلام ہے۔ وہ دن دور نہیں کہ تمام یورپ حلقہ بگوش اسلام ہو جائے گا۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ یورپ میں اب اس چیز کی ابتدا ہو چکی ہے۔

موضوع نمبر ۱۶

۱ - حضرت بلال رضی اللہ عنہ۔ حبش کی خاک سے پیدا ہوئے۔ امیہ مکہ کے کفار میں ایک مال دار تاجر تھا۔ آپ اس کے غلام تھے۔ امیہ دوپہر کے وقت آپ کو بطحا میں لے جاتا۔ تہمتی ہوئی ریت پر لٹا دیتا اور سینے پر ایک بھاری اور جلتا ہوا پتھر رکھ کر حکم دیتا کہ درے لگاؤ اور جب تک اسلام سے دست بردار نہ ہو جائے یہی سلوک کیے جاؤ۔ حضرت ابو بکرؓ کا گزر اس طرف سے ہوا۔ دل بھر آیا۔ چند بکریاں معاوضہ دے کر آپ کو خرید لیا اور آزاد کر دیا۔

۲ - حضرت عمار رضی اللہ عنہ اور حضرت یاسرؓ بھی حضرت بلالؓ کی طرح کافروں کے غلام تھے۔ ان کے مالک بھی ظالم نہیں وحشی تھے۔ دوپہر کی جلتی ریت پر ان کو لٹایا جاتا تھا۔ ننگے بدن پر کوڑے برسائے جاتے تھے۔ لوہے کو آگ میں سرخ کر کے بدن کو داغا جاتا تھا۔ دو اونٹوں کو ساتھ ساتھ کھڑا کر کے ان غریبوں کو ان پر سوار کیا جاتا تھا۔ ان کی ایک ٹانگ ایک اونٹ سے اور دوسری دوسرے اونٹ سے باندھ کر دونوں اونٹوں کو علیحدہ علیحدہ دوڑایا جاتا تھا۔ غریب حضرت یاسر اس عذاب سے شہید بھی ہو گئے۔

۳ - صحن جنان۔ بہشت کا صحن۔

موضوع نمبر ۱

- ۱ - خدا اعتمادی۔ خدا پر بھروسہ رکھنا۔
- ۲ - خود اعتمادی۔ اپنی ہمت پر بھروسہ رکھنا۔
- ۳ - بطحا کا ہادی۔ حضور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ بطحا۔ مکہ معظمہ۔
- ۴ - قوی۔ قوت کی جمع۔
- ۵ - تماشا کرے کیا لب بام آ کر۔

بے خطر کو پڑا آتش نمود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی
(اقبال)

۶ - اندلس کا غازی۔ طارق نے سپین پر حملہ کرنے سے پہلے اپنی تمام کشتیاں جلادی تھیں کہ لشکر کے دل میں واپسی کا خیال بھی نہ آئے۔

۷ - ترک مجاہد۔ شہر قیصر (قسطنطنیہ) کو ایک ترک سلطان محمد ثانی نے ۱۴۵۳ء میں فتح کیا تھا۔ عیسائیوں نے بندرگاہ کا راستہ دریا کی طرف سے بند کر دیا تھا۔ ترکوں نے باسفورس اور گولڈن ہارن کے درمیان سنگاخ زمین پر پانچ میل تک لکڑی کے تختے بچھادیئے اور جہازوں سے یہی لگا کر ان کو چلا دیا۔ اس طرح ترکی عساکر گولڈن ہارن میں اتر گئے۔

۸ - فاتح مراکو۔ شمالی افریقہ کو ایک صحابی عقبہ بن نافع نے فتح کیا۔ وہ بحر اوقیانوس تک پہنچ کر راکہ سمندر حائل تھا۔ ساحل پر کھڑے ہو کر اس نے وہ لفظ کہے جو شعروں میں مذکور ہیں۔

۹ - سعد بن ابی وقاص نے ایران کو فتح کیا۔ مولانا شبلی "الفاروق میں" لکھتے ہیں۔

”سعد بہرہ شیر (ایک مقام) بے بڑھے تو آگے وجہ تھا۔ ایرانیوں نے پہلے سے جہاں جہاں پل بندھے تھے توڑ کر بے کار کر دیئے تھے۔ سعد جلے کے کنارے پر پہنچے تو نہ پل تھا نہ کشتی۔ فوج سے مخاطب ہو کر کہا۔ برادران اسلام! دشمن نے ہر طرف سے مجبور ہو کر دریا کے دامن میں پناہ لی ہے۔ یہ مہم بھی سر کر لو تو پھر مطلع صاف ہے۔ یہ کہہ کر گھوڑا دریا میں ڈال دیا ان کو دیکھ کر اوروں نے بھی ہمت کی اور سب نے گھوڑے دریا میں ڈال دیئے۔ دریا اگرچہ نہایت زخار اور موج تھا لیکن ہمت اور جوش نے طبیعتوں میں یہ استقلال پیدا کر دیا تھا کہ موجیں برابر گھوڑوں سے آ کر ٹکراتی تھیں اور یہ رکاب سے رکاب ملا کر آپس میں باتیں کرتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ ہمیں ویسار کی جو ترتیب تھی اس میں بھی فرق نہ آیا۔ دوسرے کنارے پر ایرانی یہ حیرت انگیز تماشا دیکھ رہے تھے۔ جب فوج بالکل کنارے کے قریب آگئی تو ان کو خیال ہوا کہ یہ آدمی نہیں جن ہیں چنانچہ۔

دیواں آمدند دیواں آمدند

کہتے ہوئے بھاگے۔

۱۰۔ سطوت کیتبادی۔ کیتباد (۶۵۵-۶۰۸ ق م) ایران کا پہلا کیانی بادشاہ تھا جو سیتانی پہلوان رستم بن زال کی مدد سے تخت نشین ہوا اور پندرہ سال کی حکمرانی کے بعد فوت ہو گیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا کیکاؤس بادشاہ بنا۔

۱۱۔ رہوار۔ گھوڑا

موضوع نمبر ۱۸

۱۔ قدوسی۔ پاک مخلوق۔ فرشتے۔ صالح لوگ

۲۔ مناصب۔ منصب کی جمع۔ عہدے

۳۔ خازن۔ خزانچی

۴۔ فاقہ کش۔ ابتدائے اسلام میں اکثر مسلمان غریب تھے۔ حضرت ابو ہریرہؓ کے افلاس کا یہ حال

تھا کہ مسلسل فاقہ کی وجہ سے غش کھا کھا کر گر پڑتے تھے۔ یہ حالت بار بار رونما ہوئی۔ یہی ابو ہریرہؓ کہ

صحابی تھے۔ حرمین کے حاکم مقرر ہوئے تو پانچ لاکھ درہم لے کر مدینہ منورہ میں آئے۔ خلیفہ وقت

حضرت عمرؓ کو اطلاع کی گئی۔ پانچ لاکھ کی رقم اتنی عجیب چیز تھی کہ حضرت عمرؓ نے کہا، خیر ہے، کیا کہتے

ہو۔ انہوں نے پھر پانچ لاکھ کہا۔ حضرت عمرؓ نے کہا تم کو کتنی بھی آتی ہے۔ کہا، ہاں! یہ کہہ کر پانچ دفعہ

لاکھ لاکھ کہا۔

۵ - سعد اور ابو عبیدہ - حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت ابو عبیدہ دونوں بیک وقت مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس وقت مسلمانوں کی تعداد چار یا پانچ سے زیادہ نہ تھی۔ حضرت سعد فاتح ایران کا حال لکھا جا چکا ہے۔ حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عمر کے عہد میں امیر افواج بن کر قیصر روم کو شکستوں پر شکستیں دیں اور اس کے تاج و تخت کو زلزلے میں ڈال دیا۔

۶ - حضرت خالدؓ - کبن کے یہ الفاظ لکھے جا چکے ہیں کہ ”خالد بن ولید نے اوہر تو عراق فتح کر کے مدائن کے محلات کسریٰ میں زلزلہ ڈال دیا۔ اور اوہر شام و دمشق فتح کر کے شاہ روم کا تخت ہلا دیا۔“

۷ - بن العاص - عمرو بن العاص نے مصر پر فوج کشی کی اور پورا ملک زیر نگین ہو گیا۔

۸ - آل امیہ - خاندان اموی - یہ خاندان بنی ہاشم کا حریف مقابل تھا۔ معاویہ اور یزید اسی خاندان سے تھے اور مروان، عبد الملک، ولید، حضرت عمر بن عبد العزیز وغیرہ خلیفے بھی۔

۹ - ہاشمیؓ - جناب رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم - جناب ہاشم حضور انور کے اجداد میں سے تھے۔

۱۰ - عباس زادے - بنی عباس خلفائے بنی امیہ کے بعد خلافت بنی عباس کو ملی۔ خلافت عباسیہ کے قیام کی بنیاد یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس سے فرمایا تھا کہ خلافت آخر آپ کی اولاد کو ملے گی۔ بنو عباس اس وقت سے خلافت کے امیدوار چلے آتے تھے۔

موضوع نمبر ۱۹

۱ - شاعر مشرق کا ارشاد ہے۔

سروری و ردین ما خدمت گری ست

حضرت عمر قاضی کی عدالت - میں ہم نے یہ واقعہ مندرجہ ذیل اشعار میں بیان کیا ہے۔

لکھا ہے قاضی اسلام کی عدالت میں
کسی نزاع پہ دعویٰ ہوا عمر کے خلاف
وہاں عمر کو بھی آنا پڑا بہ نفس نفیس
یہ بات اگرچہ بظاہر تھی وجہ استخفاف
جب آئے آپ تو قاضی نے پیش کی سند
عمر خفا ہوئے اور کہہ دیا یہ اس کو صاف

خلاف عدل ہے تیرا یہ اولین اقدام

کرے گی شرع نبیؐ کیا ترا یہ جرم معاف

۲ - مدینہ کی معذور بڑھیا۔ مدینہ منورہ کے ایک گوشہ میں ایک نابینا بڑھیا رہتی تھی جس کا کوئی والی یا وارث نہ تھا۔ حضرت عمرؓ کی عادت تھی کہ اس کے گھر جا کر اس کا کام کاج کر دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کو محسوس ہوا کہ کوئی دوسرا شخص چپکے سے آکر یہ خدمت انجام دے جایا کرتا ہے۔ آپ کو حیرت ہوئی اور جستجو میں مصروف ہو گئے۔ ایک دن بہت سویرے اٹھ کر بڑھیا کے مکان پر پہنچ گئے اور ایک گوشہ میں چھپ کر بیٹھ رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص آیا اور بڑھیا کا کام کر گیا۔ یہ شخص خلیفہ وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے۔

۳ - علی علیہ السلام در بدر روٹیاں بانٹتے تھے۔ آپ نے اپنے دور خلافت میں صاحب عالم حضرت امام حسنؓ کو حکم دیا کہ کوفہ کے محتاجوں، یتیموں اور یتیموں کی فہرست تیار کریں۔ آپ نے ان تمام لوگوں کا روزیہ مقرر کر دیا۔ اور عالی مقام شہزادے کو تاکید فرمائی کہ جب تک ان کی ضروریات کو پورا نہ کر دیا جائے، اپنے منہ میں لقمہ نہ ڈالیں۔ آپ بہ نفس نفیس دوش مبارک پر خرما اور روٹیوں کے تھیلے رکھ کر رات کو نکلتے۔ ایک ایک کے دروازے پر جا کر آواز دیتے اور اپنے ہاتھوں سے روٹی اور کھجور تقسیم فرماتے۔ دیتے وقت منہ چھپا لیتے کہ لینے والے کو شرم نہ آئے اور یہ علم بھی نہ ہو کہ کون دے رہا ہے۔

۴ - سعیدؓ ابن عامر۔ حضرت سعیدؓ بن عامر حضرت عمرؓ کے عہد میں حمص (صوبہ) کے ناظم (گورنر) تھے لیکن اس زمانہ میں بھی بے سرو سامان تھے۔ یہاں تک کہ ان میں اور عام مساکین میں کوئی فرق نہ تھا۔

حضرت عمرؓ جب حمص گئے تو وہاں کے فقراء کی فہرست طلب کی تاکہ ان کے گزارے کا بندوبست کریں۔ فہرست تیار ہو کر آئی تو ایک نام سعید بن عامر بھی تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ یہ سعید بن عامر کون ہے۔ لوگوں نے جواب دیا۔ ہمارے اور آپ کے امیر۔ آپ نے حیرت سے پوچھا کہ ”تمہارا امیر اور فقیر! وظیفہ کیا کرتا ہے۔“ جواب ملا کہ ”اس کو وہ ہاتھ تک نہیں لگاتے۔“ حضرت عمرؓ رو پڑے اور ایک ہزار دینار سعیدؓ کے پاس بھیجے۔ سعیدؓ نے دینار دیکھ کر انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ بیوی نے کہا، خیر تو ہے، خدا نخواستہ کوئی نقصان پہنچا۔ فرمایا، دنیا میرے پاس فتنہ لے کر آئی ہے۔ انہوں نے کہا، تدارک کیجئے۔ چنانچہ تمام رقم ایک تو بڑے میں ڈال دی اور ساری رات نماز پڑھتے رہے۔ صبح کو اسلامی فوج اوھر سے گزری۔ آپ نے دینار اٹھا کر اس کی ضروریات کے

لیے دے دیئے۔

۵ - ”اٹھاتا ہے کپڑوں کے تھان اپنے سر پر“ - سپر۔ آسمان ”مشرقی“ ایک ستارہ جو چھٹے آسمان پر ہے۔ اس کو سعد اکبر بھی کہتے ہیں اور قاضی فلک بھی۔ اس شعر میں حضرت ابو بکرؓ مراد ہیں۔ آپ کپڑے کی تجارت کرتے تھے۔ منصب خلافت پر سرفراز ہونے کے بعد بھی حسب معمول کپڑوں کے تھان کندھوں پر رکھ کر بازار کی طرف چلے۔ راہ میں حضرت عمرؓ اور حضرت ابو عبیدہؓ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا، اب آپ مسلمانوں کے فرماں روا ہیں۔ چلیے ہم آپ کے لیے کچھ وظیفہ مقرر کر دیں گے۔ کپڑوں کے تھان کندھوں پر نہ اٹھائیے۔

۶ - شہنشاہ دو عالم کے سر پر لکڑی کی گٹھڑی ”مولانا شبلی لکھتے ہیں :

ایک سفر میں کھانا تیار نہ تھا۔ صحابہ نے مل کر کھانا پکانے کا سامان کیا۔ لوگوں نے ایک ایک کام بانٹ لیا۔ جنگل سے لکڑی لانے کا کام حضور عالی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ذمہ لیا۔ صحابہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کام ہم خدام کر لیں گے۔ فرمایا، ہاں! سچ ہے۔ لیکن مجھے یہ پسند نہیں کہ میں تم سے اپنے آپ کو ممتاز کروں۔ خدا اس بندہ کو پسند نہیں کرتا جو اپنے ہمراہیوں میں ممتاز بنتا ہے۔

۷ - محاسن - خوبیاں - فضائل -

موضوع نمبر ۲۰

۱ - محاسب - حساب کرنے والا۔

۲ - احد - مدینہ منورہ کے نزدیک ایک پہاڑ۔

۳ - عمرؓ اور بھی اک ہوا مسند آرا۔ حضرت عمرؓ بن عبد العزیز (۶۸۲-۷۴۰ء)۔ آپ اموی خاندان سے تھے لیکن آپ نے اپنے خاندان کے نظام حکمرانی میں بڑا انقلاب پیدا کر دیا۔ خاندان شاہی کے ارکان کے قبضہ میں کروڑوں روپے کی جائداد تھی۔ خود آپ کے پاس بہت بڑی موروثی جاگیر تھی لیکن آپ نے اپنی اور تمام خاندان کی ایک ایک جاگیر واپس کر دی۔ خاندان شاہی کے ارکان اور امراء نے زبردست مخالفت کی۔ آپ نے ذرا پروا نہ کی۔

آپ کی بیوی فاطمہ کو ان کے باپ خلیفہ عبد الملک نے ایک بیش قیمت پتھر دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اپنی بیوی سے کہا کہ اسے بیت المال میں داخل کرو یا مجھے چھوڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ بیوی نے سراطاعت جھکا دیا اور اسی وقت وہ جو اہر بیت المال میں داخل کر دیا۔

خاندان بنو امیہ کو عمر بن عبد العزیز نے بالکل تہی دست اور مفلس کر دیا۔ وہ بہت براہم ہوئے۔

طرح طرح کی دھمکیاں بھی دیں۔ دلیلیں بھی پیش کیں کہ گزشتہ خلفاء کی عطا کی ہوئی جائداد واپس نہ لی جائے۔ بیت المال سے وظائف اور گزارے بند نہ کیے جائیں لیکن حضرت عمرؓ نے اپنے خاندان والوں کو یہ جواب دیا۔ میرے ذاتی مال میں تمہارا حق ہو سکتا تھا مگر اس میں گنجائش نہیں۔ بیت المال میں تمہارا حق اس سے زیادہ نہیں جتنا برک غماد کی آخری حدود میں رہنے والے کا۔“

۴ - فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی (۱۱۳۷ - ۱۱۹۳ء) اس سلطان کی عظمت کو اہل مغرب یعنی فرنگیوں کی نثر و نظم بھی سجدہ کرتی ہے۔ مورخ ناول لکھنے والے اور شاعر اس مجاہد اسلام کی تعریفیں کرتے ہیں۔ یہاں صلیبی لڑائیوں کا تھوڑا سا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ۱۰۹۵ء میں پاپا ارن دوم نے ایک تقریر کر کے تمام یورپ کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا۔ خود ایک فرنگی لکھتا ہے ”یورپ بھر میں مذہبی جنون کا سیلاب پھیل گیا اور لوگوں نے عقل و خرد کو پس پشت ڈال دیا۔ جو لوہار تھا اس نے اپنے ہتھوڑے کو جو بڑھی تھی اس نے اپنے آرے کو ہاتھ سے رکھ دیا۔ دکانیں بند کر دیں اور ترکوں کا خون بہانے کے ارادے سے مشرق کا رخ کیا۔ بچے اپنے گھروں سے باہر نکل آئے کہ فلسطین پہنچ کر ان خونخوار ترکوں کو اپنے معصوم جوش اور مسیحی پاک دامنوں کے زور سے نچا دکھائیں لیکن ان مذہبی دیوانوں میں سے نوے فیصد کو ارض مقدس دیکھنا بھی نصیب نہ ہوا۔ روپیہ ان کے پاس نہ تھا۔ اس لیے پیٹ بھرنے کے لیے یا بھیک مانگتے یا چوری کرتے۔ کوئی شاہراہ ایسی نہ تھی جہاں لوگوں کا مال ان کی دستبرد سے محفوظ ہو۔ چنانچہ لوگوں نے طیش میں آ کر انہیں مار ڈالنے سے بھی دریغ نہ کیا۔“ اسی سلسلہ میں انگلستان کے ایک بادشاہ رچرڈ کا حال بھی سن لیجئے۔ اس نے تخت نشین ہوتے ہی انجیل اٹھا کر قسم کھائی کہ جب تک بیت المقدس کو مسلمانوں سے واپس نہ لے لوں، چین سے بیٹھنا مجھ پر حرام ہے۔ اس نے محض روپیہ حاصل کرنے کے لیے ہزار ہا یہودیوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ خاص جاگیریں فروخت کیں۔ حکومت کے اعلیٰ مناصب بیچ ڈالے۔ صلیبی لڑائیوں کے جنون نے اسے اس قدر دیوانہ بنا رکھا تھا کہ کہتا تھا کہ میں شہر لندن کو بھی فروخت کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن افسوس کوئی اس کی قیمت ادا کرنے والا نظر نہیں آتا۔

سلطان صلاح الدین نے سارے یورپ کے جنون کا مقابلہ کر کے صلیب پرستوں کے قیامت زا فتنہ و فساد کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔ اس غازی اعظم کا قول تھا ”مال کو بھی انہی نظروں سے دیکھو جن نظروں سے خاک کو دیکھتے ہو۔“ سلطان کی وفات کے وقت اس کے خزانے میں ۳۷ درہم اور ایک دینار نکلا۔

۵ - ناصر الدین محمود شاہ (م ۱۲۶۶ء) یہ شمس الدین التمش کا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ ہندوستان کے

اس شہنشاہ کو تاریخ کی تمام کتابوں میں ”درویش بادشاہ“ لکھا گیا ہے۔ قرآن مجید لکھ لکھ کر گزارا کرتا تھا۔ ملکہ اپنے ہاتھ سے کھانا پکاتی تھی۔ اس کے پاس کینزنہ تھی۔ اس کی ملکہ اس کے وزیر غیاث الدین بلبن کی بیٹی تھی۔

۶ - قدسی سیر - سیر (سیرت کی جمع) عادتیں، خصالتیں - ”قدسی سیر“ فرشتہ خصائل۔

موضوع نمبر ۲۱

۱ - تراشا جنھوں نے بت سلطنت کو۔ معاویہ نے خلافت کو سلطنت میں تبدیل کر دیا۔ اموی خاندان کے سب فرماں روا سلطان یا بادشاہ بن گئے۔ لیکن حضرت عمر بن عبد العزیز نے خلافت راشدہ کی یاد تازہ کر دی حالانکہ وہ بھی اموی خاندان کے ایک رکن تھے۔

۲ - حضرت عمر بن عبد العزیز مدینہ منورہ میں بحیثیت ناظم تھے۔ ان ایام میں وہ تجل اور تکلف کے خوگر تھے۔ لباس نہایت بیش قیمت پہنتے تھے۔ چار سو کی قیمت کا کپڑا بھی جسم پر بار معلوم ہوتا تھا۔ ہر روز پوشاک بدلی جاتی تھی بلکہ دن میں کئی کئی جوڑے بدلے جاتے تھے۔ خلافت قبول کی تو طبیعت میں انقلاب آ گیا۔ صرف ایک جوڑا رہ گیا۔ اسی کو دھو دھو کر پہنتے تھے۔ مرض الموت میں ایک قمیص کے علاوہ دوسری قمیص نہ تھی کہ بدلی جاتی۔ آپ کے سالے مسلمہ بن عبد الملک نے اپنی ہمشیرہ سے کہا کہ لوگ عیادت کو آتے ہیں۔ قمیص نہایت میلی ہو گئی ہے، دوسری بدلوا دو۔ وہ خاموش رہیں۔ دوبارہ کہا تو بولیں کہ اس کے علاوہ دوسرا کپڑا نہیں ہے۔

یہ حال اس شخص کا تھا جو ولید بن عبد الملک اور سلیمان بن عبد الملک کا جانشین تھا۔ ولید نے فقط ایک مسجد کی تعمیر پر چھپن لاکھ اشرفی صرف کر دی اور متعدد مساجد اور محلات تعمیر کرائے۔

۳ - وہ سرمست تھا اور اسے کیا خبر تھی کہ بالائے سر آسمان خندہ زن تھا

اس شعر میں اس انقلاب کی طرف اشارہ ہے جو حضرت عمر بن عبد العزیز کی طبیعت میں اور لباس میں پیدا ہونے والا تھا۔ انقلاب آسمان کا مشغلہ ہے اسی لیے وہ ان کے تکلفات کو دیکھ کر ہنس رہا تھا کہ یہ باتیں کب تک!

۴ - ظواہر - ظاہری ساز و سامان

۵ - زیر نگین - زیر حکومت

۶ - پرچم - جھنڈا

۷ - جبرالٹر - جبل طارق - وہ پہاڑی جس پر فاتح ہسپانیہ طارق اپریل ۷۱۱ء میں اترا۔

۸ - قیرواں۔ جناب عقبہ بن نافع نے جناب امیر معاویہؓ اور یزید کے زمانے میں افریقی علاقوں کو فتح کیا۔ قیرواں کا شہر جناب عقبہ ہی نے افریقہ میں آباد کیا تھا۔ بعد میں یہی شہر علم و حکمت اور تہذیب و تمدن کا مرکز بن گیا۔

۹ - روداد۔ ماجرا۔ احوال

۱۰ - دم واپس۔ آخری سانس

۱۱ - پر مٹن۔ مٹن۔ محنت کی جمع۔ تکالیف

۱۲ - عیادت۔ بیمار پر سی

۱۳ - مرقد۔ قبر۔ خواب گاہ

موضوع نمبر ۲۲

۱ - رنگ و روغن۔ رنگ آمیزی

۲ - پاور ہوا۔ بے بنیاد

۳ - واقعیت۔ حقیقت

۴ - مسترد کر دیا۔ رد کر دیا

۵ - زمرد۔ سبز رنگ کا ایک قیمتی پتھر

۶ - لالی۔ (لولو کی جمع) موتی۔ مروارید

۷ - طیب۔ پاک

۸ - رضا جوئے مولاً تھے۔ ان کو حضور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی مطلوب تھی۔

موضوع نمبر ۲۳

۱ - دمشق اور کوفہ کے دو ستارے۔ ابن تیمیہؒ اور ابو حنیفہؒ

۲ - مجس۔ زنداں۔ قید خانہ

۳ - ابن تیمیہ۔ دمشق کے علاقہ میں بمقام حران بتاريخ ۱۰ ربیع الاول ۶۶۱ھ پیدا ہوئے۔ ابھی عمر تیس برس سے کم تھی کہ ان کے لیے قاضی القضاة (چیف جسٹس) کا منصب تجویز ہوا لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔

آپ نے اپنی کتابوں میں بار بار ایسی باتیں لکھ دیں کہ قید ہوتے رہے۔ حکومت کو ان تحریروں سے فساد کا اندیشہ ہوا۔ ۷۲۸ھ میں قید خانہ میں جان دی۔ اتنے بڑے عالم قرآن تھے کہ اسلامی دنیا

میں غائبانہ نمازیں پڑھی گئیں۔ چین میں بھی نماز جنازہ ہوئی۔

۴۔ نعمان بن ثابت۔ امام ابو حنیفہ (۶۹۹-۷۶۷ء) فقہ حنفی کی بنیاد ان کے آثار و فتاویٰ پر ہے۔

ان کو بھی خلیفہ وقت کے بعض عقائد سے اختلاف رکھنے اور عمدہ قضا قبول نہ کرنے کی بنا پر تیس

مہینے (اڑھائی سال) قید خانہ میں رکھا گیا۔ دونوں پاؤں میں بیڑیاں تھیں اور کوڑے برسائے جاتے

تھے۔ ہر کوڑے پر آپ تسبیح و تہلیل فرماتے تھے۔ اسی قید میں آپ نے وفات پائی۔

۵۔ براہیمی۔ حضرت ابراہیم کے دین یعنی اسلام کے پیرو۔

موضوع نمبر ۲۴

۱۔ حرا۔ مکہ معظمہ میں ایک پہاڑ۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبوت سے پہلے عبادت میں یہاں مشغول رہتے تھے۔

۲۔ شبستان شمع ہدیٰ۔ شمع ہدایت جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محل۔ ”شبستان“ وہ محل یا مکان جس پر راتیں بسر کی جائیں۔

۳۔ کاخ و ایوان۔ محل

۴۔ سلف۔ گزشتہ

۵۔ دمشق و بغداد۔ دمشق خلفائے بنی امیہ کا دار الخلافہ تھا۔ جامع دمشق یا مسجد اموی خلیفہ ولید بن

عبد الملک نے بنوائی تھی۔ یہ مسجد سر سے پاؤں تک سونے چاندی اور جواہرات سے لپی ہوئی تھی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے عہد میں اسے صرف بیجا سمجھ کر کل بیش قیمت سامان نکلا کر بیت

المال میں داخل کرنے کا ارادہ کیا۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں روم کے قاصد آئے ہوئے تھے۔ انہوں

نے جامع دمشق کو دیکھ کر کہا ”ہم سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کا عروج چند روزہ ہے لیکن اس عمارت کو دیکھ

کر اندازہ ہوا کہ مسلمان ایک زندہ رہنے والی قوم ہے۔“ یہ سن کر حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنا

ارادہ ترک کر دیا۔

بغداد اور اس کی عمارتیں۔ جب خاندان عباسیہ کو عروج حاصل ہوا تو بغداد کا شہر تعمیر ہوا اور

دار السلطنت بنا۔ چند ہی روز میں علوم و فنون کا مرکز بن گیا۔ جب کوئی سیاح اس شہر سے گزر تاجت

الفردوس کی تصویر اس کی آنکھوں میں پھر جاتی۔ تین ہزار مساجد سات سو مکاتب، آٹھ سو مطب، دس

ہزار حمام تھے۔ بڑی بڑی یونیورسٹیوں کی بہت عظیم الشان عمارتیں تھیں۔ قصر الذهب، قبة الخضر،

قصر الخلد وغیرہ بغداد کی عظیم النظیر عمارتیں تھیں۔

ہارون الرشید کے قصر شاہی میں ۳۸ ہزار مشجر کے پردے جا بجا آویزاں تھے، جن میں ساڑھے بارہ ہزار ریشمی کلابتون کے کام کے تھے اور بائیس ہزار نفیس قالینوں کا فرش تھا۔ بغداد میں خلیفہ المقتدر نے ایک نہایت حیرت انگیز عمارت دارالشبجہ بنوائی تھی۔ اس عمارت میں ایک حوض تھا جس کے بیچ میں سونے اور چاندی کا ایک درخت بنا ہوا تھا۔ اس میں اٹھارہ شاخیں تھیں جن میں طرح طرح کے گراں قیمت جواہرات کے پھل اور پھول بنوائے گئے تھے، جو اصل کی مانند تھے۔ ان شاخوں پر سونے اور چاندی کے پرند بنے ہوئے تھے جو ہوا چلنے کے وقت مختلف بولیاں بولتے تھے۔ حوض کے کنارے مجسمے ریشمی کپڑے پہنے تلواروں اور نیزوں سے مسلح مصنوعی گھوڑوں پر اس طرح سوار تھے گویا ایک دوسرے کو جنگ کی دعوت دیتے ہیں۔

۶ - غرناطہ و قرطبہ کے بے مثال محل۔ غرناطہ کا محل الحمرا : اس عمارت کے ایک کمرہ کا اندرونی حصہ حیرت انگیز صنائی کا نمونہ تھا۔ اس میں ایک سو باون قسم کے ایسے عجیب و غریب پھول تھے کہ ایک دوسرے سے سراسر مختلف تھے۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہ کمرہ اور اس کی آرائش فوق الانسانی دل و دماغ کا کرشمہ ہے یعنی یہ بات انسان کی طاقت سے باہر تھی۔ قرطبہ کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ یہ شہر دنیا کے تمام شہروں میں سر بلند تھا۔ جامع قرطبہ کا ایک حصہ مصلیٰ اب تک موجود ہے۔ اس کے بارہ میں موسیو ژبرودے پر ان سری لکھتا ہے ”اس کی پر تکلف آرائش اور اس کا دلربا انداز دنیا کی کسی قدیم اور جدید عمارت میں نہیں پایا جاتا۔“

قرطبہ کے محلات شاہی جو قصر الازہار، قصر العاشتین، قصر السرور اور قصر التاج کے نام سے موسوم تھے، آج بھی اپنے مٹے ہوئے نشانات سے اپنی شوکت کا اظہار کر رہے ہیں۔

بنی امیہ کے عہد میں قرطبہ میں تین ہزار آٹھ سو مساجد۔ ساٹھ ہزار محل۔ دو لاکھ مکانات اور سرت سو حمام تھے۔

قصر الزہرا : مصر کے مورخ طلعت حرب کے ایک مقالہ کا ترجمہ شائع ہوا تھا چند الفاظ یہاں نقل کیے جاتے ہیں :

”عبدالرحمن ثالث بادشاہ اندلس نے اپنی ملکہ زہرا کے لیے یہ عظیم الشان محل تیار کرایا تھا۔ قرطبہ سے چار میل کی دوری پر تھا اور جبل العروس کے پر فضا اور دل فریب کسار میں عجیب دلکش منظر پیش کر رہا تھا۔ اس کے احاطہ کی دیواروں میں پندرہ ہزار بلند اور شاندار دروازے تھے۔ اس محل کی تیاری میں ایک ارب درہم یعنی ہمارے روپے کے حساب سے تقریباً بیس کروڑ ساٹھ لاکھ روپیہ صرف ہوا تھا۔ ۳۲۵ھ میں اس کی بنیاد رکھی گئی اور ۲۵ سال کی شب و روز کی محنت کے بعد تیار ہوا۔“

بارہ ہزار معمار اور پانچ ہزار اونٹ اور خچر وغیرہ روزانہ کام کرتے تھے۔ ان کے علاوہ چالیس ہزار مزدور اور بڑھئی اور لوہار وغیرہ بھی تھے۔

اس محل کے اندر چالیس ہزار تین سو سولہ برجیاں تھیں جو سنگ مرمر اور سنگ عیسیٰ وغیرہ قیمتی پتھروں سے تیار کی گئی تھیں۔ اس کے اندر سونے کا ایک بہت بڑا فوارہ تھا۔ اس فوارہ میں بارہ پرندوں اور چرندوں کے مجسمے لگائے گئے تھے جو ہیرے اور جواہرات کے بنے ہوئے تھے۔ ان جانوروں کے منہ سے پانی تیزی کے ساتھ باہر نکلا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی سنگ سبز اور سنگ سرخ کے کئی خوبصورت فوارے تھے۔

اس محل کا ایک حصہ قصر الخلفاء بھی تھا جس کی چھت سونے اور شفاف سنگ مرمر سے بنی ہوئی تھی جس سے دوسری طرف کی چیز بالکل صاف دکھائی دیتی تھی۔ چھت کے بیرونی حصہ میں سونے اور چاندی کے تھال نہایت سلیقہ سے لگائے ہوئے تھے۔ اس کے وسط میں سب سے بڑا قیمتی اور دنیا کا مشہور موتی لگا ہوا تھا جو دیکھنے والوں کی آنکھوں کو خیرہ کرتا تھا اور رات کو اس کے اندر اس قدر روشنی ہوتی تھی کہ اس پر کسی تابدار ستارے کا شبہ ہوتا تھا۔

۷۔ دلی و آگرہ۔ بادشاہان اسلام کی جو یادگاریں یہاں موجود ہیں، ان کو لکھنے کی ضرورت نہیں۔ مشہور ہندو سائنس دان سر پی سی رائے لکھتا ہے :

”وہ لباس زریں جو مسلمانوں نے ہندو دیوی کو پہنایا اگر اتار لیا جائے تو وہ کیسی بد نما نظر آئے گی۔ اس کا اندازہ آپ خود کر سکتے ہیں۔ میرے خیال میں اس پر زیادہ کچھ کہنا بے سود ہے۔ قطب مینار۔ سکندرہ۔ تاج محل کا ذکر کر دینا کافی ہو گا۔“

لیڈی کرزن (لارڈ کرزن وائسرائے ہند کی بیوی) نے تاج کو دیکھ کر کہا :

”اگر کوئی وعدہ کرے اور اطمینان دلائے کہ ایسا مقبرہ بنا دے گا تو میں ابھی مرنے کو تیار ہوں۔“

۸۔ قصور و مساجد۔ محلات اور مسجدیں (قصور۔ قصر کی جمع)

۹۔ تفوق۔ برتری۔ ترجیح

موضوع نمبر ۲۵

۱۔ بار امانت کا حامل۔ امانت کا بوجھ اٹھانے والا۔

قرآن مجید میں ہے : انا عرضنا الامانتہ علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنہا واشفقن منها وحملہا الانسان (ہم نے اپنی امانت آسمانوں اور زمین پر اور پہاڑوں

پر پیش کی تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور انسان نے اس کو اٹھالیا۔

۲ - اسلاف - پیشینگان (سلف کی جمع) گزرے ہوئے بزرگ۔

۳ - تطہیر - پاک کرنا

۴ - فتنہ تاتار اور حرم کی پاسبانی - اقبال کا مشہور شعر ہے۔

ہے عیاں یورش تاتار کے افسانے سے

پاسباں مل گئے کعبہ کو صنم خانے سے

ہلا کو خاں کے لشکر نے خراسان و عراق کو تباہ کیا اور بغداد کو لوٹا تھا۔ اسی کی اولاد مشرف بہ اسلام

ہو گئی۔ ترک حرمین الشریفین کے محافظ بن گئے۔

۵ - طارم نیلگوں : نیلا آسمان - طارم = بالا خانہ۔

نیاز صاحب — حالات حیات

نیاز صاحب نے اپنے مکمل حالات زندگی خود کہیں بیان نہیں کیے۔ بعض اشارات سے جو میں نے ان سے ملاقاتوں اور گفتگوؤں کے دوران میں اخذ کیے، ان کی بعض نظموں کی تاریخ تحریر یا تاریخ اشاعت سے اور ان کے بعض احباب و تلامذہ کی یادداشتوں سے ان کے حالات حیات کا ایک نامکمل سا خاکہ کھینچا جاسکتا ہے۔ دستیاب معلومات کی رو سے نیاز صاحب قیاساً ۱۸۹۵ء میں لیہ (ڈیرہ غازی خان ڈویژن) میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد صاحب کا نام فتح محمد تھا۔ جناب فتح محمد پیشے کے لحاظ سے قانون گو تھے۔ نیاز صاحب کے ایک ہی بھائی تھے جو عمر میں ان سے چھوٹے تھے۔ ان کا نام محمد انور صابری تھا۔ دونوں بھائی ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے آبائی مکان میں رہائش پذیر تھے جو لیہ بازار کے وسط میں اونچی مسجد کے سامنے شیخ جمعہ زرگر کی دکان کے برابر والی بندگلی میں واقع تھا۔ یہ قریباً چار مرلے کا ایک چھوٹا سا گھر تھا جو دو کمروں ایک برآمدے اور ایک چھوٹے سے صحن پر مشتمل تھا۔ اس گھر میں ان دونوں بزرگوں کے علاوہ اور کوئی نہیں رہتا تھا۔ نیاز صاحب کی بیگم صاحبہ اپنے بیٹے راجہ محمد خورشید کے ساتھ بہاولپور میں مقیم تھیں۔ انور صاحب نے شادی ہی نہیں کی تھی۔ وہ بھی نیاز صاحب کی طرح ڈسٹرکٹ بورڈ کے مختلف مڈل اور ہائی سکولوں میں پہلے استاد اور پھر ہیڈ ماسٹر رہے تھے۔ ان کو ریاضی سے غیر معمولی شغف تھا۔ نیاز صاحب اپنی ایک بہن کا بھی ذکر کیا کرتے تھے جو مجذوبہ ہو گئی تھی۔

نیاز صاحب کے تعلیمی کوائف کے بارے میں بھی ہماری معلومات نامکمل ہیں۔ اپنی نظم ”ابو ابن ادہم“ کے تمہیدی نوٹ میں انہوں نے لکھا ہے کہ انہوں نے ۱۹۱۷ء میں انٹرنس کا امتحان پاس کیا جو میٹرک کے مساوی ایک درجہ تعلیم تھا۔ غالباً ۱۹۱۹ء میں انہوں نے ایف اے کیا۔ ۱۹۲۵ء تک وہ بی اے اور ۱۹۳۲ء تک ایم اے (فارسی) کر چکے تھے۔ نیاز صاحب بتایا کرتے تھے کہ دراصل وہ ایم اے فلسفہ کرنا چاہتے تھے اور اس کی تیاری بھی شروع کر دی تھی۔ داخلہ بھیجنے کے دن قریب آگے تو انہوں نے محسوس کیا کہ فلسفے کے مضمون کی تیاری اس مختصر وقت میں نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ انہوں نے ایم اے فارسی کا داخلہ بھیج دیا اور قلیل وقت میں تیاری کر کے فارسی کا امتحان دے دیا۔ اس امتحان میں وہ پنجاب یونیورسٹی میں اول رہے اور انہیں گولڈ میڈل ملا۔ نیاز صاحب کے مختلف

امتحانات پاس کرنے کے سنین سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے مدارج تعلیم مسلسل طے نہیں کیے بلکہ اکثر یہ سلسلہ ٹوٹ ٹوٹ کر جڑتا رہا اور یہ کہ انہوں نے بیشتر امتحانات پر ایویٹ امیدوار کے طور پر پاس کیے۔

نیاز صاحب نے ملازمت کا آغاز بطور انگلش ٹیچر غالباً "اسی سال کیا جس سال انہوں نے انٹرنس پاس کیا۔ وہ گورنمنٹ سکول لیہ میں استاد مقرر ہوئے تھے۔ مشہور شاعر فقیر اللہ بخش کشفی ملتان لیہ میں جو نیورونیکلر کی کلاس میں نیاز صاحب سے انگریزی پڑھتے تھے۔ کشفی صاحب نے اپنے ہفت روزہ "بشارت" مظفر گڑھ کے ۸۔ اپریل ۱۹۵۲ء کے شمارہ میں اپنی یادداشت میں لکھا ہے :

"مجھے ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کا فخر اور شعرو سخن کا چسکا اسی شہر (لیہ) سے حاصل ہوا۔ ۱۹۱۷ء کے مشاعرے اب تک یاد آتے ہیں جب کہ راجہ محمد عبداللہ نیاز کی شہرت کا آفتاب نصف النہار پر چمک رہا تھا۔"

غالباً "۱۹۲۳ء یا ۱۹۲۵ء میں نیاز صاحب نے ڈسٹرکٹ بورڈ کے ہائی سکولوں میں بطور ہیڈ ماسٹر کام کرنا شروع کیا اور پھر ساری زندگی وہ اسی حیثیت میں کام کرتے رہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ڈیرہ اسماعیل خان (۱۹۲۵ء - ۱۹۲۶ء) خان گڑھ، ملتان (۱۹۳۳ء تا مارچ ۱۹۳۷ء) سرانے سدھو، میلسی، کبیر والا (۱۹۳۶ء تا ۱۹۳۸ء) قادر پور راس (ضلع ملتان) اور سکندر آباد (تحصیل شجاع آباد) میں ملازمت کی۔ سکندر آباد سے وہ ۲۔ جنوری ۱۹۵۵ء کو ریٹائر ہوئے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد وہ تھوڑے تھوڑے عرصے کے لیے ڈل سکول بوسن (ملتان) ہائی سکول منگلا اور مدرسہ نور الاسلام ریمیمہ رحمن آباد (لیہ) میں بھی ہیڈ ماسٹر رہے۔ آخری عمر نیاز صاحب نے لیہ میں اپنے مکان متذکرہ بالا میں گزارا اور قریباً "ڈیڑھ سال کی طویل علالت کے بعد وہ ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۷۱ء کو واصل بحق ہوئے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون

نیاز صاحب کی شادی ۱۹۲۲ء میں محترمہ برکت بیگم سے ہوئی تھی۔ معروف شاعر جناب فتح محمد فاتح (بھکر) نیاز صاحب کے ہم زلف تھے۔ نیاز صاحب کے کل سات بچے ہوئے چار بیٹے اور تین بیٹیاں۔ ان میں سے پانچ بچے (تین بیٹے اور دو بیٹیاں) نیاز صاحب کی زندگی ہی میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ ان کا پہلا بیٹا محمد اختر سولہ سال کی عمر میں ۱۲۔ جنوری ۱۹۳۸ء کو اور دوسرا بیٹا محمد اقبال جو گورنمنٹ کالج ملتان میں ایف اے سیکنڈ ایئر کا طالب علم تھا، ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو فوت ہو گیا۔ تیسرا بیٹا شاید کم سنی میں فوت ہوا تھا۔ ان کی ایک بیٹی ثریا ۲۳۔ نومبر ۱۹۳۶ء کو فوت ہوئی اس وقت اس کی عمر پانچ برس تھی۔ نیاز صاحب کے ایک بیٹے راجہ محمد خورشید الناصر بہاولپور میں ایڈووکیٹ تھے۔ وہ

۶۔ جون ۱۹۹۱ء کو فوت ہوئے۔

نیاز صاحب کو لکھنے پڑھنے سے شغف کم عمری ہی سے ہو گا لیکن ان کا ابتدائی کلام دستیاب نہیں ہو سکا۔ ۲۳ ستمبر ۱۹۱۳ء (۲۱۔ شوال ۱۳۳۱ھ) کو پہلی بار نیاز صاحب کے پانچ قطعے ”خدا لگتی باتیں“ کے عنوان سے روزنامہ زمیندار لاہور میں شائع ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک قطعہ یہ تھا۔

آپ اگر چاہتے ہیں خاں بہادر بننا
بوٹ ہر وقت ہر انگریز کے چوما کیجے
کوئی روئے کوئی چلائے مگر آپ کو کیا
گیت گا گا کے گورنٹ کے جھوما کیجے

ان کی مشہور نظم ”ابو ابن ادہم“ جولی ہنٹ (Leigh Hunt) کی نظم کا منظوم ترجمہ ہے، پہلی بار ۱۹۱۵ء میں زمیندار میں شائع ہوئی ان منظومات میں فکر و خیال اور اسلوب بیان کی پختہ کاری کو مد نظر رکھتے ہوئے قیاس یہی کہتا ہے کہ یہ نیاز صاحب کا بالکل ابتدائی کلام نہیں ہو گا۔ اور اس سے پہلے بھی وہ بہت کچھ کہہ چکے ہوں گے لیکن وہ محفوظ نہیں رہ سکا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

شعرو سخن میں نیاز صاحب کسی کے باقاعدہ شاگرد نہ تھے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ مجھے استاد ذوق اور آزاد دہلوی وغیرہ کا شاگرد معنوی کہا جا سکتا ہے۔ کیونکہ انہی حضرات کی تصانیف کے مطالعہ سے مجھ میں تصنیف و تالیف کا ذوق و شوق پیدا ہوا تھا۔

نیاز صاحب کی مطبوعہ تصانیف درج ذیل ہیں :

۱۔ خدا اور اس کے رسول (نثر میں بچوں کے لیے) مطبوعہ قومی کتب خانہ لاہور

۲۔ یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے (نعتیہ ترجیع بند) انجمن مہتممین

وقف مدرسہ نور الاسلام رحیمیہ لیبہ اشاعت اول ۱۹۶۷ء

۳۔ صبح سخن۔ پاکستان بکس اینڈ لٹریچر سائونڈز۔ لاہور ۱۹۹۳ء

نثر میں نیاز صاحب کا زیادہ کام اسلامیات اور اردو زبان (لغات و محاورات وغیرہ) کے بارے میں تھا افسوس کہ اس دقیق کام کا بیشتر حصہ گم یا ضائع ہو چکا ہے البتہ اسلام اور معجزات کے موضوع پر ان کی ایک قابل قدر کتاب بنام ”تجلیات اسلام“ محفوظ ہے۔ خدا کرے اس ضخیم کتاب کی اشاعت کی کوئی سبیل نکل آئے اردو میں دو ڈرامے بھی نیاز صاحب کی یاد گار ہیں۔ یہ ڈرامے ماہنامہ ”نخلستان“ ملتان کے ڈرامہ نمبر (اشاعت مارچ اپریل ۱۹۳۵ء) میں شائع ہوئے تھے۔ ان ڈراموں میں

۱۔ نیاز صاحب نے اپنے ایک نوٹ میں ان قطعے کی تعداد تین لکھی ہے۔ (دیکھیں ”ارمغان نیاز“ مرتبہ جعفر بلوچ، ص ۲۶) نیاز صاحب کو تسامح ہوا ہے۔ یہ پانچ قطعے کی نظم ہے۔ (جعفر)

سے ایک کانام ”مکافات عمل“ اور دوسرے کانام ”سائنس دان اور شاعر“ تھا۔ یہ دونوں ڈرامے اس زمانے میں بہت مشہور ہوئے تھے۔ نیاز صاحب کے بعض شاگردوں کو اب تک ان ڈراموں کے مکالمے اور اشعار یاد ہیں۔ ”مکافات عمل“ بارہا شیخ کیا گیا۔ نیاز صاحب کی ادبی خدمات کی ایک شاخ ایک علمی و ادبی مجلہ کی ادارت کی صورت میں بھی ظاہر ہوئی ہے۔ ”نخلستان“ ڈسٹرکٹ بورڈ ملتان کا جاری کردہ ایک جریدہ تھا۔ اس کے مدیر فقیر غلام حیدر (م ۱۹۷۶ء) تھے جو کہروڑ پکا (ضلع ملتان) کے رہنے والے تھے۔ نیاز صاحب نومبر ۱۹۳۵ء سے مارچ ۱۹۳۸ء تک اس جریدہ کے چیف ایڈیٹر رہے۔ ”نخلستان“ ملتان کا ایک اہم علمی و ادبی ماہنامہ تھا۔ اس کی ادارت سے مختلف ادوار میں بعض اہم علمی و ادبی شخصیات وابستہ رہیں چنانچہ اس ضمن میں شاہ ولی سیٹھی (۳۰-۳۱ء) ن۔ م۔ راشد (۳۳ تا جنوری ۳۵ء) پروفیسر سلیم فارانی (۳۵-۳۶ء) مولانا نور احمد خان فریدی (مدیر معاون) اور ہشیم سین ظفر ادیب (مدیر معاون) کے نام لیے جاسکتے ہیں۔

نیاز صاحب کے بارے میں میرا اولین تعارفی اور تنقیدی مضمون ستمبر ۱۹۶۹ء میں ماہنامہ ”سیارہ“ لاہور میں شائع ہوا تھا۔ ۱۹۷۳ء میں راقم اور حکیم سید عبدالجید راجی (مرحوم) نے مل کر مظفر گڑھ اکادمی کے زیر اہتمام ایک کتابچہ ”مطلعین“ کے نام سے شائع کرایا جس میں نیاز صاحب اور جناب اسد ملتانی کے حالات زندگی اور انتخاب کلام شامل کیا گیا تھا۔ ۱۹۸۸ء میں دارالکتاب لہ کے زیر اہتمام ”ارمغان نیاز“ شائع کی گئی۔ اس میں نیاز صاحب کی شخصیت اور ان کے فکر و فن پر بعض ارباب فکر و نظر مثلاً ”مولانا عبدالجید سالک“ مولانا حامد علی خاں (سابق مدیر ہمایوں و مخزن و الحجر وغیرہ) خان اصغر حسین خان نظیر لدھیانوی، حاجی لق لق، کشفی ملتانی، احسان دانش، نعیم صدیقی، حفیظ تائب، نواب زادہ نصر اللہ خان، مولانا نور احمد خان فریدی، پروفیسر ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، پروفیسر عاصی کرنالی، جناب غلام احمد جاوید (اقبال اکادمی لاہور) پروفیسر ضیغم شمیروی، ڈاکٹر خیال امرہوی، نسیم لہ اور دیگر حضرات کے مضامین و تاثرات پیش کیے گئے تھے۔ ۱۹۹۳ء میں جناب پروفیسر ڈاکٹر مختار ظفر نے زکریا یونیورسٹی سے سرزمین ملتان کے چھ ادبی اکابر کے حوالے سے ”ملتان میں اردو شاعری کا زریں دور“ کے موضوع پر ڈاکٹریٹ کا کام مکمل کیا۔ زمانی ترتیب سے ان چھ اکابر میں نیاز صاحب کا نام نامی سرفہرست ہے۔ غرض نیاز صاحب کی شخصی اور فکری و اسلوبی عظمتوں کا کچھ اعتراف ہوا تو ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی۔

لکھی جائیں گی کتاب دل کی تفسیریں بہت

راجہ محمد عبداللہ نیاز کی نعت نگاری

جناب راجہ محمد عبداللہ نیاز اپنی کتاب ”خدا کا آخری پیغام“ (غیر مطبوعہ) کے ایک باب میں اسلام کے چوتھے رکن ”حج“ کے ضمن میں مقامات مقدسہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

”گنبد خضرا کے نظارے کی کیفیت کوئی ان سے پوچھے جو اس کو دور سے دیکھتے ہی سیماب بن کر تڑپنے لگتے ہیں اور دنیا و مافیہا سے خالی الذہن ہو جاتے ہیں۔ کاشانہ رسالت کو اقبال ”کعبہ کا قبلہ“ کہتا ہے اور بجا کہتا ہے۔

طور موجے از غبار خانہ اش

کعبہ را بیت الحرم کاشانہ اش

مسجد نبوی اور خواب گاہ مصطفیٰ کی دید آنکھوں کے لیے ”حج اکبر“ یا ”اس سے سوا“ نہیں آنکھوں کی معراج ہے۔ ہم رہ رہ کر حیران ہوتے ہیں کہ زائرین روضہ اطہر زندہ کس طرح واپس آ جاتے ہیں۔ ہم ہزاروں میل دور بیٹھے ہوئے ہیں۔ لیکن دل پر ایک عالم طاری ہے۔ بدن کے خون کا ہر قطرہ آنسو بن کر نکلنے کے لیے تڑپ رہا ہے اس لیے اس مضمون پر قلم الفاظ سے رخصت لیتا ہے۔“

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے جناب راجہ محمد عبداللہ نیاز کی والمانہ شیفتگی کی یہ شان راقم نے بارہا دیکھی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک آتے ہی ان کی آنکھیں عقیدت و ارادت کے آنسوؤں سے با وضو ہو گئیں اور پھر دیر تک عشق و محبت کے ستارے ان کی پلکوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر ان کے دامن میں نور بھرتے رہے۔ رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق کی جوت جناب نیاز کے لڑکپن ہی سے ان کی دل افروزی کا سامان تھی۔ زمانہ طالب علمی میں نیاز صاحب اپنا نام ”ک عبداللہ“ لکھا کرتے تھے۔ ان کے ساتھی اور بعض اساتذہ کبھی کبھی ان سے پوچھتے کہ یہ ک سے کیا مراد ہے۔ نیاز صاحب خاموش رہتے اور ٹال جاتے۔ چنانچہ یہ لوگ انہیں چھیڑنے کی خاطر کہا کرتے کہ ک سے مراد ”کتا“ ہو گا۔ وہ زمانہ بیت گیا۔ نیاز صاحب نے تعلیم مکمل کی۔ ملازمتیں کیں۔ ریٹائر ہو گئے۔ بہتر سالوں کے نقوش ان کی زندگی پر مرتسم ہو چکے تھے کہ ایک دن ایک دیرینہ دوست نے ان سے پھر پوچھا، اس ک کا کیا مطلب تھا جو تم اپنے نام کے ساتھ لکھا کرتے تھے؟ نیاز

صاحب نے جواب دیا، وہی جو تم سمجھتے تھے۔ میں آقائے نامدار رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در کا کتا ہی تو ہوں۔ علامہ نیاز سے یہ واقعہ سننے کے بعد کئی روز تک مولانا جامی کا یہ مصرع میرے ورد زباں رہا۔

سگت را کاش جامی نام بودے!

عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب نیاز کی نگارشات کا مرکزی نکتہ ہے۔ اور ان کی نظم و نثر دونوں پر تو نبوت سے جگمگا رہی ہیں۔ آپ کا نعتیہ کلام آپ کی ایک تصنیف ”یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے“ اور چند متفرق نعتوں پر مشتمل ہے۔

نیاز صاحب نے ۱۹۱۳ء میں روزنامہ ”زمیندار“ میں لکھنا شروع کیا لیکن ان کی اولین نعت کا تعین بہت مشکل ہے۔ کیونکہ نیاز صاحب نے اپنے پورے کلام کو نہ خود محفوظ کیا اور نہ یہاں ”زمیندار“ کا مکمل فائل دستیاب ہے۔ ”زمیندار“ کے موجودہ ریکارڈ کے مطابق ان کی پہلی نعت اسی اخبار کے ۱۸ جنوری ۱۹۱۶ء کے پیغمبر نمبر میں ملتی ہے۔ یہ نعت میلاد النبی کے موضوع پر ہے اور اس کا عنوان ہے ”خوشی کی لہریں“۔ اس نعت کے چند اشعار درج کیے جاتے ہیں۔

آج محبوب خدا آنے کو ہے
مصطفیٰ و مجتبیٰ آنے کو ہے
جس کی خاطر کل جہاں پیدا ہوا
آج وہ خیر الوریٰ آنے کو ہے
جس کا نور آدم سے بھی پہلے بنا
وہ حبیب کبریا آنے کو ہے
مرحبا صل علی کا شور ہے
شافع روز جزا آنے کو ہے
دل میں نور آئے گا آنکھوں میں سرور
وہ حسین مہ لقا آنے کو ہے
مشرق و مغرب میں ہوگا درفشان
ابر الطاف و سخا آنے کو ہے

جس زمانے میں نیاز صاحب نے نعت گوئی کا آغاز کیا، محسن کاکوروی، امیر مینائی، مولانا حالی اور مولانا شبلی نعمانی کے اعجاز آثار قلم نعت نگاری کی عظیم الشان روایات قائم کر چکے تھے اور مولانا ظفر

علی خاں اور علامہ اقبال جناب رسالت ماب کی توصیف و تمجید کے نئے امکانات پیدا کر رہے تھے۔ راجہ محمد عبداللہ نیاز اس نورانی قافلے کے تین سروش نواؤں یعنی علامہ شبلی نعمانی، مولانا ظفر علی خاں اور علامہ اقبال سے بالخصوص متاثر ہوئے اور ان کی اثر پذیری کی شہادت ان کے کلام سے بار بار ملتی ہے۔ نیاز صاحب نے علامہ شبلی سے واقعہ نگاری، ظفر علی خاں سے قادر الکلامی اور برجستہ گوئی اور علامہ اقبال سے شوکت بیان اور رفعت فکر کے رموز و نکات اخذ کیے اور انہیں اپنی زبردست شاعرانہ صلاحیتوں سے آمیز دے کر اپنی انفرادیت کا نقش ابھارا۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت محسن کاکوروی کی نعت مرصع کاری کی معراج تک پہنچ گئی۔ لیکن اردو نعت کی حدود کو وسیع تر کرنے کا شرف خدا نے علامہ شبلی، مولانا حالی، مولانا ظفر علی خاں اور علامہ اقبال کے نامہ حسنت میں لکھ دیا تھا۔ مولانا ظفر علی خاں فرماتے ہیں۔

ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا نا ہو

یہ اعجاز آگیاں مصرع مضامین نعت کی وسیع تر حدود کا اشاریہ ہے گویا مولانا ظفر علی خاں اور ان کے معاصرین کے نزدیک عشق رسول فقط ایک زاویہ حیات نہ تھا بلکہ خود زندگی عشق رسول کا ایک زاویہ تھی اور وہ زندگی اور اس کے متعلقات کے کسی تذکرہ کو عشق رسول کے حوالے کے بغیر مہمل اور لایعنی سمجھتے تھے۔ ان حضرات نے زندگی کے ہر پہلو کو سیرت نبوی کی روشنی میں دیکھا اور ہر مشکل مرحلہ پر روح پیمبر سے استمداد کیا۔ جنگ بلقان میں برطانوی استعمار نے اپنی دورخی سیاسی پالیسی کے مطابق اسلام دوستی کے دعووں کی عملاً تردید کی تو مولانا شبلی نے برملا فرمایا۔

منافق ہے جو کہتا ہے کہ میں ترکی سے یکسو ہوں

یہ وہ الفاظ ہیں جن کی جہاں گیری زباں تک ہے

ہمارا جوش اسلامی انہیں باور نہیں آتا

یہ انداز تغافل جلوہ گاہ امتحان تک ہے

اور پھر سلسلہ کلام کو ان نعتیہ اشعار پر تمام کیا۔

پڑا سوتا ہے کوئی گنبد خضرائے یثرب میں

کہ جس کا بندہ فرماں زمیں سے آسمان تک ہے

کوئی جا کر یہ کہہ دے ہم گنہگاروں کی جانب سے

کہ اب مسلم کی ہستی تیرے الطاف نہاں تک ہے

نعت کا یہی بالواسطہ آہنگ مولانا حالی، علامہ اقبال اور مولانا ظفر علی خاں کی بہت سی نظموں میں

بھی ملتا ہے، مولانا ظفر علی خاں کبھی کانگریس اور گاندھی کے چرنے کے ذکر سے گریز کر کے فرماتے ہیں۔

مجھے سرکارِ بطنی سے غرض ہے

نہیں سرکارِ لندن سے سروکار

کبھی وہ شدھی کے جدید شاخسانوں کا تذکرہ کرتے کرتے اعلان فرماتے ہیں۔

اے برق کیا مجھے تری چشمک زنی کا خوف

برتر ز شاخِ سدرہ مرا آشیانہ ہے

جب ہم محمدؐ عربی کے غلام ہیں

کیا غم اگر خلاف ہمارے زمانہ ہے

کبھی ”زمیندار“ کی ضبطی پر غم و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے انتباہ کے انداز میں کہتے ہیں۔

تم ضبط زمیندار کے نمبر نہیں کرتے

کرتے ہو حقیقت میں محمدؐ کا نشانِ ضبط

نعت نگاری کا یہی دلکش بالواسطہ اسلوب نیاز صاحب کے یہاں بھی ملتا ہے۔ ان کے کلام کا

مطالعہ کرتے ہوئے احساس ہوتا ہے کہ ان کے بیشتر اسالیب فکر و بیاں دراصل نکتہ عشقِ نبیؐ کی

تفسیریں ہیں۔ مثلاً ”حفاظتی کونسل“ کی کارکردگی پر تبصرہ کرتے ہوئے نیاز صاحب نے لکھا۔

کفیل امن جہاں ہے جو مجلسِ اقوام

وہ مشتمل ہے فقط چند خود پسندوں پر

رجوع کس سے کریں مصر و تونس و کشمیر

کہ مہریاں ہے وہ اپنے ہی بھائی بندوں پر

نہیں ہے آج توقعِ ظہورِ موسیٰ کی

فراعنہ ہیں مسلط خدا کے بندوں پر

نیازِ بارگہِ مصطفیٰؐ میں کر فریاد

یہ ظلم کیوں ہیں تمہارے نیاز مندوں پر

سالبری سے خواجہ ناظم الدین وزیر اعظم پاکستان کے مذاکرات شروع ہوئے تو نیاز صاحب نے

”زمیندار“ کی وساطت سے یہ مشورہ دیا :

میں سالبری سے خواجہ صاحب
مگر دیں گے انہیں یہ مشورہ ہم
اگر حالت رہیں ناکام اب بھی
تو لیں کام اپنی قوت سے ذرا ہم
ابھی زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے
طفیل خواجہ ہر دوسرا ہم
ہمیں لینا ہے کشمیر اور لیں گے
کہ پاکستان کو رکھیں ہرا ہم

ان کی ایک نظم ”گلشن نا آفریدہ“ اس طرح شروع ہوتی ہے۔

ہمیں اللہ نے بخشی یہ یکتا کی سر منزل
لیٹ کر جس کے ہر ذرہ سے گنج شایگان آیا
صلہ بن کر جناب قائد اعظم کی ہمت کا
یہ انعام حضور خواجہ کون و مکاں آیا
صد و پنجاہ سالہ آرزو میں سر سجدہ تھیں
بڑی مدت میں یہ اک انقلاب آسمان آیا

نیاز صاحب ذوق نعت نگاری کی تسکین کے لیے طرح طرح کے مواقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔
وہ اپنی نظم و نثر میں بار بار اپنے آپ کو شہنشاہ کونین کا غلاماں غلام کہتے ہیں۔ غالباً انہوں نے اپنا
تخلص ”نیاز“ بھی خدائے عز و جل کے حضور میں اپنی عبودیت اور شہنشاہ کونین کے دربار میں اپنی
عقیدت و ارادت کے اظہار کے لیے اختیار کیا تھا ورنہ دنیاوی امور میں تو باوجود نیاز تخلص کرنے کے
وہ شان بے نیازی کا حیرت انگیز نمونہ تھے۔ اہل زر اور صاحبان جاہ و منصب کی قصیدہ خوانی سے انہیں
سخت عار تھی۔

ملتان میں ان کے قیام کے زمانے میں وہاں کی ادبی فضا میں جناب کشفی ملتانی کے قصائد و ہجویات
کے ڈنکے بج رہے تھے، جو ان کے آہنگ غزل پر مستزاد تھے۔ اس ماحول میں نیاز صاحب سے بھلی
مدح و قصیدہ کی فرمائشیں ہوتی تھیں۔ ان موقعوں پر وہ عصمت قلم کا تحفظ کس خوبصورتی سے کرتے
تھے، اس کا اندازہ ان کی نظم ”غلام محمد“ اور اس پر ان کے اپنے وضاحتی نوٹ کو پڑھ کر ہوتا ہے۔
نوٹ میں وہ کہتے ہیں :

”۲۱ فروری ۱۹۵۲ء کو ملک غلام محمد گورنر جنرل پاکستان ملتان میں آئے۔ قصیدہ کی فرمائش طبقہ بالادست کی طرف سے ہوئی۔ ان تقریبوں پر ہم کو مجبور کر دیا جاتا تھا۔ ہم نے مندرجہ ذیل نعت کہہ کر پڑھ دی۔ اس نعت کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

فلک سر جھکاتا ہے فرط ادب سے
 زباں پر جب آتا ہے نام محمدؐ
 پس پردہ سبز سوتا ہے ساقی
 مگر دیکھنا فیض عام محمدؐ
 کشادہ ہے صدیوں سے در میکدہ کا
 ابد تک ہے گردش میں جام محمدؐ
 سر لوح عالم ابھرتے رہیں گے
 ابد تک نقوش دوام محمدؐ
 عرب اور عجم تا قیامت رہیں گے
 تماشا کہ احتشام محمدؐ
 کوئی آ کے دیکھے یہ اعجاز تازہ
 کروڑوں کا حاکم غلام محمدؐ

آپ کے فرزند راجہ محمد خورشید کی شادی کراچی کے ایک سادات گھرانے میں ہوئی تھی۔ اس موقع پر آپ نے تحدیثِ نعمت کے طور پر لکھا۔

غلامی کے دعوے نے وابستہ ہم کو
 کیا دودمان رسولؐ امیں سے
 وہ مولائے کل، طول و عرض جہاں میں
 اجالا ہوا جس کے نور جبیں سے
 وہ سرچشمہ اس جلوہ سردی کا
 جو لہرا رہا ہے فلک تک زمیں سے
 غلاماں غلام اس شہنشاہ کا ہوں
 گدا جس کا بڑھ کر ہے نغفور چیں سے

نیاز صاحب کے دوست قاضی عبدالرحمن خان (ریٹائرڈ انسپکٹر آف سکولز، لیہ) نے فریضہ حج ادا

کرنے کی سعادت حاصل کی تو نیاز صاحب نے انہیں منظوم ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے لکھا۔

اے وہ کہ تو کبھی نہ لڑکپن سے آج سے
فارغ ہوا رضائے خدا کے حصول سے
اس سرزمین میں بخت رسا تجھ کو لے گیا
کانٹا عزیز تر ہے ہمیں جس کا پھول سے
وہ خاک تابناک کہ ہے روکش فلک
انوار رحمت ابدی کے نزول سے
جی چاہتا ہے چوم لوں آ کر ترے قدم
آیا ہے تو دیارے خدا و رسول سے

غرض نیاز صاحب پوری زندگی کو عشق رسول کے زاویہ نظر سے دیکھتے ہیں اور موضوع سخن کوئی بھی ہو، ان کا ارادت کیش قلم نعت نگاری کی سبیل نکال ہی لیتا ہے۔

تحریک ختم نبوت، بر عظیم کی پر جوش اور شمر آور تحریک ہے۔ یہ اہل ایمان کی متفقہ تحریک ہے اور اس سلسلے میں اکابر اہل ادب میں سے علامہ اقبال، مولانا ظفر علی خاں، عطاء اللہ شاہ بخاری، چودھری افضل حق، علامہ طاہر، اسد ملتانی اور متعدد دیگر حضرات کی کوششیں اور قربانیاں ناقابل فراموش ہیں۔ نیاز صاحب بھی ختم الرسل کے پروانوں میں سے تھے۔ پھر وہ اس مسئلہ پر اپنا موقف ظاہر کیے بغیر کیوں رہتے، چنانچہ ۲۱ ستمبر ۱۹۵۲ء کے زمیندار میں ان کے یہ اشعار ان کے جذبات کی ترجمانی کرتے نظر آتے ہیں۔

میرزائی خارج از اسلام ہیں
لمدانہ ان کا اک اک طور ہے
اک جداگانہ اقلیت ہیں وہ
کون سی بات اس میں زیر غور ہے
ہم مسلمان اور ہیں از روئے دین
منکر ختم نبوت اور ہے

”یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے“ نیاز صاحب کی ایک طویل نعتیہ نظم ہے۔ یہ کتاب پہلی بار قاضی عبدالرحمن خاں کے اہتمام سے شائع ہوئی تھی۔ اس کار خیر کے لیے قاضی صاحب مرحوم اہل علم کی دعائے خیر کے مستحق ہیں۔ ورنہ نیاز صاحب کے دیگر شعری اور نثری کارناموں کی طرح یہ

سرمایہ نعت بھی ہماری نگاہوں سے او جھل رہتا۔ اس کتاب کا نوشتہ پیشانی بننے کا شرف سعدی علیہ الرحمہ کے اس شعر کو حاصل ہوا ہے جسے حضرت علامہ اقبال نے یک لفظی تصرف کے بعد اپنا لیا ہے، یعنی۔

حمد بے حد مر رسول پاک را

آں کہ ایماں داو مشت خاک را

یہ طویل نعتیہ نظم مسدس حالی کی بحر میں کہی گئی ہے لیکن ہیئت کے لحاظ سے یہ ترجیع بند ہے۔ اس ترجیع بند میں پچیس بند ہیں۔ ان میں سے کچھ بند ۱۹۴۱ء میں اور کچھ بعد میں کہے گئے۔ کوئی بند پندرہ اشعار سے کم نہیں ہے۔ بیشتر بند بیس یا بیس اشعار پر مشتمل ہیں اور ٹیپ کا یہ شعر ہر بند کے آخر میں آتا ہے۔

یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے

یہ ہیں معجزے خاتم الانبیاء کے

نیاز صاحب نے اپنے اس نعتیہ ترجیع بند میں حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اظہار عقیدت و ارادت کے ساتھ ساتھ اسلام کی علمی، عسکری، تہذیبی اور تمدنی فتوحات کو بھی بطریق احسن نمایاں کیا ہے اور اسلام کے تعمیری و انقلابی پیغام کو بھی صراحت، لطافت اور خوبصورتی کے ساتھ بیان فرما دیا ہے۔

نیاز صاحب نے ٹیپ کے شعر کے ساتھ بند کو منسلک کرنے میں بھی بڑی شائستگی اور سلیقہ مندی کا ثبوت دیا ہے۔ مثلاً "جس بند میں اسلامی فتوحات کا ذکر کیا ہے، اس کا اختتام یوں ہوتا ہے۔

جہاں پاؤں رکھا وہاں اس کے سر پر

تصدق ہوا تاج فرماں روائی

چلا کس کے نقش قدم پر مجاہد

یہ کس رہنما کی ہے معجز نمائی

یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے

یہ ہیں معجزے خاتم الانبیاء کے

نظم "خداوند جلیل کا آخری صحیفہ" ٹیپ کے شعر سے یوں منسلک ہوئی ہے۔

غرض اس کتاب سراسر ہدیٰ نے

دکھائیں جہاں میں بہاریں نرالی

اس آئینہ ایزدی میں کسی نے
دکھائے بشر کو مقامات عالی
یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے
یہ ہیں معجزے خاتم الانبیاء کے

موضوع کے لحاظ سے یہ طویل نعتیہ نظم تاریخ اور نعت کو باہم پیوند کرتی دکھائی دیتی ہے۔ تاہم
یہ نظم نعت آمیز تاریخ نہیں بلکہ تاریخ آمیز نعت ہے اور حضرت عبداللہ نیاز کی معجزانہ ہنرمندی کی
بدولت نعت نے تاریخ کو محامد محمدؐ کی روشن شہادت کے طور پر اپنے اندر سمو لیا ہے۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

نیاز صاحب کے اس نعتیہ مجموعے کی ایک نظم خصوصی توجہ کی مستحق ہے۔ اس کا عنوان ہے۔
”شہنشاہ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“ کی بارگاہ میں نذر گوہریں“

اگرچہ نیاز صاحب نے اسے مجموعہ میں شامل فرما دیا ہے لیکن اپنی بحر اور ہیئت کے اعتبار سے یہ
نظم نیاز صاحب کے طویل ترجیع بند کا حصہ نہیں ہے بلکہ اس سے الگ منفرد حیثیت کی نعت ہے اور
اکیس مطلعوں پر مشتمل ہے، پہلا مطلع ہے۔

تم کو شب الست کا بدرالدجی کہوں
یا صبح کائنات کا شمس الضحیٰ کہوں

اس نعت میں شاعر نے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر خیر شب الست سے شروع کیا
پھر حضورؐ کے اوصاف و مقامات کی کچھ شعاعوں کو مصرعوں میں ڈھالا ہے لیکن ساتھ ہی یہ اعتراف
بھی کیا ہے۔

روشن ہوں جس سے دل وہ تمہاری ثنا کہوں
گو ناطقہ ہے سر بہ گریباں کہ کیا کہوں
ظاہر کا وہ جمال کہ نام خدا کہوں
باطن کا وہ کمال کہ صلی علی کہوں
اور اس نعت کو حضورؐ کے مولد اور ان کی خواب گاہ نازکی تھسین و تجمید پر تمام کیا ہے۔
جس خاک سے حضورؐ اٹھے اس کو کیا کہوں
اس خاک سر بلند کو ام القرئی کہوں

یا سر زمین طاہر دارالصفاء کہوں
 یا جلوہ گاہ خاص ابوالانبیاء کہوں
 پھر خواب گاہ ناز کی کیوں کر ثنا کہوں
 وہ خاک تابناک جسے کیمیا کہوں
 یا ارض شرق و غرب کا دارالقضا کہوں
 یا پردہ ازل کی تجلی سرا کہوں

یہ نعت حسن خیال، حسن بیان، اور فنی مرصع کاری کے لحاظ سے اردو کے نعتیہ ادب کے نوادار میں شمار ہونے کے لائق ہے۔ جلال آہنگ اس میں ایسا ہے کہ اس کے سامنے قصائد کی بلند آہنگی دہتی دکھائی دیتی ہے۔ اس مطلعستان کا ہر مطلع شاعر کے حسن عقیدت اور جمال بصیرت سے مستنیر ہے۔ حرف و معنی کی رنگینی اور آب و تاب سے ہر مصرع سحر حلال بن گیا ہے۔ حتیٰ کہ قوس قزح اس کے سامنے کورنش بجالانے پر مجبور ہوتی نظر آتی ہے۔ ویسے تو ہمارا عقیدہ ہے کہ حمد و نعت کی توفیق خدائے وہاب ہی سے ملتی ہے، لیکن یہ نعت اس کے خصوصی انعام و الطاف کی آئینہ دار ہے۔

نیاز صاحب نے اپنی نعتیہ شاعری میں یہ احتیاط بطور خاص ملحوظ رکھی ہے کہ حمد و نعت کی حدود فراموش نہ ہونے پائیں۔ اول تو ان کے یہاں حمد و نعت پہلو بہ پہلو دکھائی دیتی ہیں یعنی خدا اور رسول خدا دونوں کا ساتھ ساتھ ذکر ہوتا ہے اور اس طرح الوہیت اور نبوت کے امتیازی خطوط خود بخود واضح ہوتے جاتے ہیں لیکن جہاں فقط نعت کہی ہے وہاں بھی توحید و رسالت کو خلط ملط نہیں کیا۔ وحدۃ الوجود کا تو ان کے یہاں شائبہ تک نہیں۔ یہ سراب ان کے نخلستان نعت میں نہیں ہے۔

نیاز صاحب واقعہ نگاری میں شبلی نعمانی، ظفر علی خاں اور علامہ اقبال کی یاد تازہ کر دیتے ہیں۔ انہوں نے تاریخ اسلام کے متعدد واقعات کو سلک نظم میں پرو دیا ہے۔ خاص نعت کے حوالے سے ان کی نظمیں ”حضرت حمزہؓ کا قبول اسلام“ ”ایک صحابی ابو درد“ کا ایثار“ اور ”غزوہ بدر کی داستان کا ایک صفحہ“ خصوصاً قابل داد ہیں لیکن واقعہ نگاری میں ان کی انفرادیت یہ ہے کہ وہ واقعات کو تلمیحاتی انداز میں بہت مختصر طور پر پیش کرنے کی قدرت بھی رکھتے ہیں، مثلاً۔

کوئی وقت وہ تھا کہ تلوار لے کر
 عمر ابن خطاب نکلے تھے گھر سے

سر راہ قسمت کھڑی نہیں رہی تھی
 ”کہاں تک بچو گے کسی کی نظر سے“
 محمدؐ کے قدموں پہ سر تھا عمرؓ کا
 کہاں لے گیا بخت ان کو کدھر سے

وہ دربار دین متین کا ہے جس میں
 گدا کو شہنشاہ سے ہمسری ہے
 مدینہ کی معذور بڑھیا کے گھر میں
 عمرؓ اور ابو بکرؓ کی نوکری ہے
 علیؓ دربار روٹیاں بانٹتے ہیں
 کہ فرض جہاں باں جہاں پروری ہے
 سعیدؓ ابن عامر ہیں صوبہ کے ناظم
 مگر گھر میں فاقہ ہے اور بے زری ہے
 اٹھاتا ہے کپڑوں کے تھان اپنے سر پر
 سپر خلافت کا جو مشتری ہے
 تصدق ہوا جس پہ تاج دو عالم
 خود اس سر پہ لکڑی کی گٹھڑی دھری ہے

اردو شاعری میں روایات اور اقوال کو نظم کرنے کی روایت بھی خاصی مستحکم ہے۔ اقوال نگاروں
 میں مولانا شبلی، ظفر علی خاں اور علامہ اقبال کے اسماء نہایت روشن ہیں۔

اقوال نظم کرنے کا سب سے بڑا حسن یہ ہے کہ اقوال اور روایات کے متن و مفہوم کو کامل
 صحت کے ساتھ پیش کیا جائے اور اس سلسلے میں انسخ و ترمیم سے پرہیز کیا جائے۔ اگر کوئی روایت
 ترجمہ کر کے پیش کی جا رہی ہو تو صحت ترجمہ اس پیشکش کی پہلی شرط ہوگی۔

نیاز صاحب نے اقوال نگاری میں ان احتیاطوں کو ملحوظ خاطر رکھا ہے اور ان کی منظوم روایات کو
 بلا تامل اقوال نگاری کے اعلیٰ نمونوں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ ایک مثال پیش کرتا ہوں۔

”اسے تین راتیں بھی رہنے نہ دوں میں
 احد کوئی لا دے اگر مجھ کو زر کا“

بدلتا رہا بھوک سے کروٹیں جو
یہ ارشاد ہے اس شہ بحر و بر کا
خزانے جب آتے تھے اونٹوں پہ لد کر
تو ہنستا تھا ان پر غبار اس کے گھر کا

نیاز صاحب کے نعتیہ کلام کے مطالعہ سے ان کی حیرت انگیز قادر الکلامی کا نقش دل پر مرتسم ہوتا جاتا ہے۔ اسالیب زبان و بیان پر ان کی محکم گرفت کا اس سے زیادہ ثبوت کیا ہوگا کہ ان کی نظمیں توجہ کو جذب کر لیتی ہیں اور محویت کی غیر مرنی زنجیر خیال کو نظم سے روگردانی کی اجازت نہیں دیتی۔ بیس بیس، پچیس پچیس اشعار پر مشتمل بند ہیں اور ان میں ٹھوس علمی مطالب بھی بیان ہوئے ہیں مگر دلچسپی میں کہیں کمی نہیں آنے پاتی۔ بعض بند خاصی مشکل زمینوں میں ہیں، مثلاً

ہوا نور عدل آشکارا جہاں میں
بجھا ظلم کا ہر شرارا جہاں میں

یا مثلاً

محمدؐ کے مداح اغیار بھی ہیں
وہ ارباب آرا و افکار بھی ہیں

لیکن ان مشکل زمینوں کو بھی نیاز صاحب کارواں دواں قلم پانی کر کے رکھ دیتا ہے۔
وہ لفظی رعایتوں کا بہت خیال رکھتے ہیں، ایک مثال ملاحظہ ہو۔

پہاڑ اس کی ہیبت سے اس طرح سمٹے
پری نیز و اطلس پہ ہستی تھی رائی
وہ پردے تھے اطلس کے یا پر نیاں کے
ہٹے اس نے انگشت پا جب لگائی

رعایت لفظی کی اس مثال کی وضاحت نیاز صاحب نے فرہنگ میں خود کر دی ہے، فرماتے ہیں:
”پری نیز و اطلس، اطلس و پر نیاں، اول الذکر دو پہاڑوں کے نام ہیں اور پر نیاں و اطلس دو ریشمی کپڑے، پر نیاں منقش حریر (ریشم چینی) اطلس، ریشمی کپڑا، جو اکثر منقش نہیں ہوتا۔ فلک نہم کو بھی اطلس کہتے ہیں کہ وہاں ستارے نہیں ہوتے، گویا اطلس پہاڑ کا نام بھی ہے، ریشم کے ایک قسم کے کپڑے کا نام بھی اور آسمان نہم کا نام بھی۔۔۔ پر نیاں اور اطلس کی رعایت سے پری نیز اور اطلس دو پہاڑوں کا ذکر کیا گیا ہے کہ غازیان اسلام کی خفیف ٹھوکر سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے تھے اور ان

پر رائی بھی ہستی تھی گویا وہ پر نیان و اطلس کے پر دے تھے، پہاڑ نہ تھے۔
وہ حسن تغلیل کے بہت شائق معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً فرماتے ہیں۔

صدائے حق جو انھی سرزمین بطحا سے
فضائے مشرق و مغرب نے احترام کیا
چمن چمن میں بہار آگئی تو فطرت نے
نماز شکر کا اس طرح اہتمام کیا
تعود گل نے کیا اور سجود سبزہ نے
رکوع شاخ نے اور سرو نے قیام کیا

یا مثلاً

افق سے افق تک وہ اس طرح کوندا
کہ خود برق بھی رشک سے تلملانی

یا مثلاً

تری تیج سے زلزلے کانپتے ہیں
اقالیم میں شور محشر پاپا ہے

اپنے نعتیہ کلام کی تزئین و ترصیع کے سلسلے میں نیاز صاحب تجنیس سے بھی کام لیتے ہیں، جیسے۔

اک امی نے اور اس کی امت نے کیا کیا
ہویدا کیے راز ہائے نہانی

خدا اعتمادی و خود اعتمادی
سبق دو پڑھاتا ہے بطحا کا ہادی

وہ مرد خدا جانتا تھا یہ نکتہ

کہ اک شے ہیں نامردی و نامرادی

ادبی حرب و ضرب کے میدان میں نیاز صاحب کا قلم آلات طنز و مزاح سے پوری طرح لیس
و کھائی دیتا ہے۔ نعتیہ ادب میں طنز کی گنجائش دشمنان اسلام کی ہجو و مذمت کے ذیل میں نکلتی ہے اور
نعتیہ ادب میں اس طرح کی طنز نگاری کی اولین مثالیں حضرت حسان بن ثابت کے کلام میں ملتی ہیں۔

نیاز صاحب کی طنز آزمائی کی ایک مثال ملاحظہ ہو، قرآن پاک کی نورانی تعلیمات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کہا ”انظروا“ جس کی تاکید کر کے
علوم جدیدہ کی بنیاد ڈالی
الہی نے دامن بھرا موتیوں سے
طبیعی نے اک اک مراد اپنی پالی
اسی شے نے یورپ کی کایا پلٹ دی
ہوئی ختم اس کی پرآگندہ حالی
مگر آج بیکن کے سر ہے یہ سہرا
کسی کی یہ دولت کسی نے چرا لی

نیاز صاحب نعت نگاری کو فقط اظہار عشق رسول اور حصول ثواب و برکت کا ذریعہ نہیں سمجھتے۔
عشق رسول ان کے نزدیک ایک قوت جامعہ ہے جو ملت بیضا کے منتشر اجزاء کی شیرازہ بندی کا آخری
وسیلہ ہے۔ وہ کس درد مندی سے کہتے ہیں۔

بہت یاس آفریں ہے مسموں کی باہم آویزی
جو سماں بن گئی ہے، ہم سیہ بختوں کی ذلت کا
مگر اس تیرگی میں اک شعاع نور باقی ہے
ہمیں اس دور میں شکوہ ہے گو جلووں کی قلت کا
مسلمان کٹ مریں گے مل کے سب نام محمد پر
یہی اب رہ گیا ہے اک وسیلہ ربط ملت کا
خدا جانے ہم مسلمانوں کے مطلع اور اک پر اس رمز کا سورج کب طالع ہوگا؟

(مطبوعہ ماہنامہ ”شام و سحر“ نعت نمبر جنوری، فروری ۱۹۸۲ء)

اعتراف کمال

حضرت نعیم صدیقی

راجہ محمد عبداللہ نیاز کا یہ مختصر سا مجموعہ کلام، بلکہ درحقیقت مختلف عنوانوں میں مٹی ہوئی ایک ہی طویل نظم (یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے) بیک وقت نعت بھی ہے، حضور کے دور اور بعد کی اسلامی تاریخ کی عکاس بھی، اور اس عہد کی بہت سی شخصیتوں کی سوانحی جھلکیوں کی امانت دار بھی۔ تنقید و تحسین ان چند سطور کے دائرے سے باہر کی چیز ہے۔ میں یہاں صرف ایک احساس نیاز کی شاعری کے متعلق بیان کرنا چاہتا ہوں۔ بہت سادہ الفاظ کو چننے اور ان کو جوڑنے کی پچی کاری کرنے میں نیاز نے کوئی ایسا جادو (سحر حلال) استعمال کیا ہے کہ نہایت غیر مغلق الفاظ ہیں، کسی مرعوب کن پیچیدہ بیانی سے کام نہیں لیا گیا، اس کے باوجود کلام نہایت دل نشیں اور حشو و زواید سے پاک ہے۔ کلام کی لطافت شروع سے آخر تک بالکل یکساں انداز سے کسی جوئے گلستاں کی طرح چلتی ہے۔ اس لحاظ سے میں نے بہت کم لوگوں کی شعر نگاری کے نمونے دیکھے ہوں گے۔

جناب حفیظ تائب

حضرت نیاز، قرآن، حدیث، سیرت و تاریخ، تعلیمات رسالت کے ساتھ ساتھ علوم جدیدہ پر بھی گہری اور وسیع نظر رکھتے ہیں اور انہوں نے تاریخ کے نمایاں خدو خال جس حسن و خوبی، جس اجمال، جس حسن ابلاغ اور جس قادر الکلامی کے ساتھ نظم کیے ہیں، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ شاعر نے نظم میں اپنے جذبات بھی شامل کیے ہیں اور فنی با نکیں بھی ہر جگہ قائم رکھا ہے۔ اس طرح ان کا بیان سیرت و تاریخ ایک اعلیٰ درجہ کی نعت بن کر سامنے آیا ہے۔

جناب پروفیسر ڈاکٹر تحسین فراقی

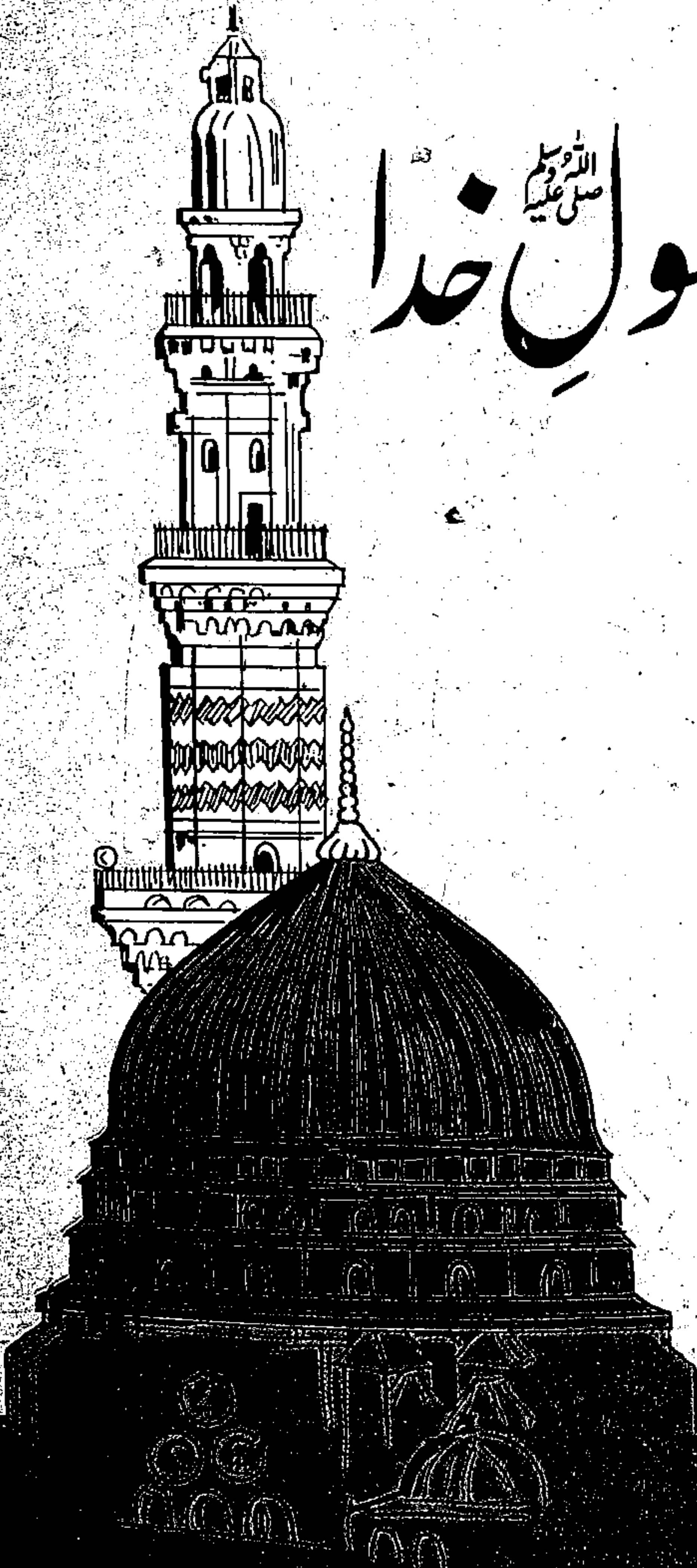
اقبال نے اپنے معرکہ آرا خطبے ”الاجتہاد فی الاسلام“ کے آخر میں لکھا تھا کہ نوع انسانی کو آج تین چیزوں کی ضرورت ہے۔ اول کائنات کی روحانی تعبیر، دوم فرد کی روحانی آزادی اور سوم آفاقی نوعیت کے اصول جو انسانی معاشرے کے روحانی ارتقاء کا باعث بن سکیں۔ صاف لفظوں میں اس ارشاد کا مفہوم اس کے سوا کیا ہے کہ دنیا کو آج اسلام کی ضرورت ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی

جناب طاہر شادانی

اس شعری مجموعے (یہ ہیں کارنامے رسول خدا کے) کا بامعان نظر مطالعہ کرنے کے بعد میری یہ بے لاگ رائے ہے کہ شاعر نے اپنی اس تصنیف میں سیرت طیبہ کے مختلف پہلوؤں، سیرت صحابہؓ اور اسلامی تاریخ کے بعض اہم واقعات کو جس حسن و خوبی کے ساتھ شعر کا جامہ پہنایا ہے، وہ اپنی مثال آپ ہے۔ مسدس حالی کے خلوص، ورد و سوز اور سلاست، حقیقت کے زور بیان، نغمگی اور روانی، ظفر علی خاں کے پرشکوہ آہنگ کو اگر یکجا دیکھنا ہو تو راجہ عبداللہ نیاز کی اس بے بدل اور لاجواب شعری کاوش کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

یہ ہیں

کارنامے رسولِ خدا
ﷺ کے



راجہ محمد عبداللہ نیاز

دارالتذکرہ